ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

40

www.tanzeem.org

5 تا 11 صفر المظفر 1440ھ / 16 تا 22 اکتوبر 2018ء

فطرت کا انتقام

انسان نے اللہ کو چھوڑ کر سینکڑوں الٰہ بنائے۔ اس نے دولت کو معبود بنایا، ہوائے نفس کو خدا سمجھا، مادہ کو الٰہ بنایا، اس نے اپنے قانون سازوں کو الٰہ بنایا جنہوں نے اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ بنالیا۔ انسان نے ان تمام دیوتاؤں کی پرستش کی، تاکہ وہ اللہ سے اور اللہ کی عبادت سے بھاگ سکے!

انسان کو اپنی تمام حرکات کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور یہ ناگزیر تھا کہ ''فطرت کا انتقام'' اس پر ٹوٹ پڑے اور انسان کو ندائے فطرت کی مخالفت پر رسوا کن اور تباہ کن تاوان دینے پر مجبور کردے۔ انسانیت نے فطرت کی خلاف ورزی پر اپنی زندگی کے ہر پہلو پر تاوان دیا اور جو قومیں مادی ترقی کے بام عروج تک پہنچ چکی ہیں، ان کے لیے نسلی کمی خطرہ بنی ہوئی ہے۔ انسانی خصوصیات میں کمی انہیں بربریت کی طرف لے جارہی ہے اور عقلی معیار میں کمی اس سائنس کے لیے خطرہ بنی ہوئی ہے، جس پر تہذیب جدید کی بنیاد ہے، اور جو بالآخر اس تہذیب کے زوال کا سبب بن جائے گی۔

انسان کی حیوانیت، مادیت اور سلبیت پر اصرار اور اس کی شہوتوں اور خواہشوں کے بے قید چھوڑ دینے کے نتائج اباحیت، لاپروائی اور سلبیت کے نتیجہ میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ انسان آمریتوں کے سامنے سرنگوں ہو کر اس پر رضامند ہو گیا ہے کہ جانوروں کے گلے کی طرح زندگی گزارے اور سوائے جنسی ملاپ اور کھانے پینے کے کوئی مقصد نہ ہو۔ جس کے نتیجہ میں آج ہر طرف بے راہ روی، قلق و پریشانی، حیرت و اضطراب اور عدم سکون اور لوگوں کے اعصاب پر ناقابل برداشت دباؤ ہے، جس سے لوگ مرجاتے اور ان کے دماغ کی رگیں پھٹ جاتی ہیں، وہ پاگل اور مجنوں ہو جاتے ہیں، جیسے انہیں جن بھوت لپٹ گئے ہوں، حالانکہ یہ سب کچھ کیا دھرا ان کا اپنا ہے، اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تنبیہہ گوش دل سے نہ سننے کا نتیجہ ہے۔

''اللہ کی نعمت پانے کے بعد جو قوم اسے شقاوت سے
بدلتی ہے اسے اللہ کیسی سزا دیتا ہے۔'' (البقرہ: 108)

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ

اس شمارے میں

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

ریاست مدینہ کے خدوخال

مطالعۂ کلام اقبال (90)

تنظیم اسلامی کی ریاست مدینہ مہم

شرارِ بولہبی

ریشمی رومال تحریک: مغربی صحافی کے مضمون کا جواب

حسنِ اخلاق کی اہمیت

فرشتوں کی عبادت اور فرمانبرداری

الھدیٰ (823)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الْاَنْبِیَاء | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیات: 19 تا 22

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝

آیت ۱۹ ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ﴾ ’’اور اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔‘‘

﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝﴾ ’’اور جو (ملائکہ مقربین) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر (کی بنا پر گریز) نہیں کرتے اور نہ ہی وہ سستی کرتے ہیں۔‘‘

آیت ۲۰ ﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝﴾ ’’وہ رات دن (اس طرح اس کی) تسبیح میں لگے ہوئے ہیں کہ تھکتے نہیں ہیں۔‘‘

آیت ۲۱ ﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝﴾ ’’کیا انہوں نے زمین میں کچھ ایسے معبود بنا لیے ہیں جو نشو ونما دیتے ہیں؟‘‘

کیا ان کا خیال ہے کہ وہ ان باطل معبودوں کی نظر کرم سے دنیا میں خوب پھلیں پھولیں گے اور ترقی کی اعلیٰ منازل طے کر لیں گے؟

آیت ۲۲ ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ﴾ ’’اگر ان دونوں (زمین و آسمان) کے اندر اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہوتے تو لازماً یہ دونوں فساد سے بھر جاتے۔‘‘

اس کائنات کا نظم وضبط زبانِ حال سے گواہی دے رہا ہے کہ یہ ایک وحدت (Unitary System) ہے۔ اس کا مدبر ومنتظم ایک ہی ہے اور اس کے انتظام میں ایک سے زیادہ آراء کی تعمیل و تنفیذ کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس سے یہ دلیل بھی نکلتی ہے کہ کوئی بھی ادارہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کا سربراہ ایک ہی ہونا چاہیے اور اگر کسی ادارے کے ایک سے زیادہ سربراہ ہوں گے تو اس کا نظم ونسق تباہ ہو جائے گا۔ اس نظام میں سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت کے عہدے الگ الگ ہیں۔ ان دو عہدوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم اصولی طور پر ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ اگر وزیر اعظم با اختیار ہوگا تو صدر کے عہدے کی حیثیت لازمی طور پر نمائشی ہوگی اور اگر صدر فعال ہوگا تو وزیر اعظم کٹھ پتلی بن کر رہ جائے گا۔ اس کے مقابلے میں صدارتی نظام منطقی اور توحیدی نظام ہے جس میں ایک ہی شخصیت سربراہِ مملکت بھی ہے اور سربراہِ حکومت بھی۔

﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝﴾ ’’تو اللہ جو عرش کا مالک ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔‘‘

فرمانِ نبوی

اچھے اور برے حکمران

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّهُ سَيَكُونُ عَلَيْكُمْ أَئِمَّةٌ تَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ فَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ)) فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ: ((لَا مَا صَلَّوْا)) (متفق علیہ)

حضرت ام سلمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نقل کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ’’میری امت میں عنقریب ایسے حاکم آئیں گے جنہیں تم اچھے اعمال کی وجہ سے پسند کرو گے اور بعض کو برے اعمال کی وجہ سے ناپسند۔ پس جو ان کے منکرات کو ناپسند کرے گا وہ بری الذمہ ہے اور جو ان کے منکرات کو برا جانے گا وہ ان کے گناہ میں شریک ہونے سے بچ جائے گا لیکن جو شخص ان سے رضامندی ظاہر کرے گا اور ان کا ساتھ دے گا، وہ ہلاک ہوگیا۔ پھر کسی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ: کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ فرمایا: ’’نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔‘‘

تشریح: تم پر قیامت کے قریب ایسے لوگ حاکم مقرر کیے جائیں گے جو اچھے برے دونوں قسم کے کام کریں گے۔ لہٰذا جس شخص نے حاکم کو کہہ دیا کہ یہ فعل برا ہے تو وہ ذمہ داری سے بری ہوگیا اور جس شخص نے مکروہ جانا وہ سالم رہا اور جس نے اس کے افعال کی حمایت کی تو وہ گناہ گار رہوگا۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

5 تا 11 صفر المظفر 1440ھ — جلد 27
16 تا 22 اکتوبر 2018ء — شمارہ 40

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا -------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

قائداعظم اور لیاقت علی خان کے بعد پاکستان کا کوئی حکمران باعزت اور آبرومندانہ طریقہ سے ایوانِ اقتدار سے رخصت نہ ہوا۔ ہماری نظر میں اس کی وجہ یہ تھی کہ اُنہوں نے ایک نظریاتی ریاست کو اُس کے بنیادی نظریہ سے دور کر کے مخالف سمت رُخ کر کے سفر کرنے کی کوشش کی جس سے عوام، ریاست اور حکمران سب خسارے میں رہے۔ پہلے ہم یہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہم نے قائداعظم اور لیاقت علی خان کو استثناء کیوں دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی بلکہ آخری مرحلے میں داخل ہو چکی تھی اور منزل سامنے نظر آ رہی تھی کہ قائداعظم کی طبیعت اِس قدر بگڑ گئی کہ اُن کے ہندو معالج نے صاف صاف کہہ دیا کہ ٹی بی کا مرض جس سطح تک پہنچ چکا ہے آپ زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ اِس پر قائداعظم نے ہندو ڈاکٹر سے وعدہ لیا کہ وہ اِس صورتِ حال کو مکمل طور پر مخفی رکھے گا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کے دشمن انگریز اور ہندو کے علم میں یہ بات آ گئی تو وہ تقسیم ہند کے حوالے سے اِس توقع پر تاخیری حربے اختیار کریں گے کہ قائداعظم کے بعد مسلم لیگ اور مسلمانانِ برصغیر انتشار کا شکار ہو سکتے ہیں اور اس انتشار کو بنیاد بنا کر تقسیم ہند میں رکاوٹ ڈالی جا سکتی ہے۔

آیئے اب پاکستان کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ قائداعظم نے قیامِ پاکستان کے بعد تیرہ (13) ماہ تک اپنی بیماری سے جنگ لڑنے میں گزاری لیکن اُس کے باوجود پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کے لیے اُنہوں نے چند اہم قدم اُٹھائے۔ وہ اپنی زندگی میں صرف ایک ہی شعبہ قائم کر سکے یہ شعبہ Department of Islamic Reconstruction کے نام سے علامہ اسد کی سربراہی میں قائم کیا گیا۔ جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی تھی بلکہ ذاتی حملے بھی کیے گئے۔ لیکن اِس مخالفت کے باوجود قائداعظم نے مولانا کو دعوت دی کہ وہ ریڈیو پاکستان پر اسلام کے حوالے سے لیکچرز دیں تاکہ نفاذِ اسلام کے حوالے سے پیش رفت ہو سکے۔ یکم جولائی 1948ء میں سٹیٹ بینک کی پشاور شاخ کا افتتاح کرتے ہوئے اُنہوں نے اسلامی ریاست کو پیش آنے والے سنگین ترین مسئلہ یعنی سودی معیشت سے نجات کا ٹاسک دیا اور فرمایا کہ میں اس کام کی خود نگرانی کروں گا لیکن مہلک بیماری نے اُنہیں بستر پر پڑنے پر مجبور کر دیا۔ ڈاکٹر ریاض علی شاہ کی گواہی موجود ہے کہ بسترِ مرگ پر اُنہوں نے کہا کہ جب میں سوچتا ہوں کہ پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا ہے تو میری روح کو سکون ملتا ہے۔ اب آپ لوگوں کا فرض ہے کہ پاکستان میں خلافت راشدہ جیسا نظام قائم کریں۔

جہاں تک لیاقت علی خان کا تعلق ہے اُن کے دور میں شدید مخالفت کے باوجود قراردادِ مقاصد منظور ہوئی جو پاکستان کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر سکتی تھی۔ اسلامی ریاست کے قیام میں اِس قرارداد کی حیثیت بنیادی اور کلیدی ثابت ہو سکتی تھی۔ لیاقت علی خان کی شہادت کے حوالے سے تحقیقات سے واضح ہو

گیا ہے کہ اُنہیں اِس جرم میں قتل کیا گیا تھا کہ انہوں نے طے کرلیا تھا کہ وہ تمام رکاوٹیں دور کر کے قراردادِ مقاصد کو عملی شکل دیں گے۔ لیاقت علی خان کے شہید ہونے کے بعد نظریۂ پاکستان کو عملی شکل دینے کا معاملہ دھندلاتا چلا گیا۔ خواجہ ناظم الدین شریف النفس انسان تھے لیکن حاکم وقت کا اچھا انسان ہونے کے ساتھ ساتھ اہل ہونا بھی ضروری ہے۔ اُن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مشکل فائل پر فیصلہ کرنے کی بجائے اُسے دوسری فائلوں کے نیچے دبا دیتے تھے۔ محمد علی بوگرہ جنہیں امریکہ سے امپورٹ کر کے اہل پاکستان پر مسلط کر دیا گیا تھا، بُری طرح ناکام ہوئے اور ایوانِ اقتدار سے باہر دھکیل دیے گئے۔ اِس ریاست کی بدقسمتی ملاحظہ کریں کہ ملک غلام محمد جیسا انگریز کے دور کا آئی سی ایس آفیسر پاکستان کے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا۔ وہ بھی ایوانِ اقتدار سے بے آبرو ہو کر نکلا۔ چوہدری محمد علی نے ایک اچھا کام تو کیا کہ قوم کو آئین دیا لیکن وہ سول سرونٹ تھے، سیاسی عہدہ حاصل کرنا اُن کا حق نہیں تھا۔ لہٰذا وہ بھی نکالے گئے۔ حسین شہید سہروردی جدید تعلیم یافتہ وکیل اور سیاست دان تھے، لیکن سیکولر خیالات کے حامل تھے۔ جلد نکال دیے گئے اور بیروت کے ایک ہوٹل میں مردہ پائے گئے۔ آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ طبعی موت مرے تھے یا قتل کیے گئے تھے۔ فیروز خان نون اور سکندر مرزا کو فوجی حکمران ایوب خان نے کان سے پکڑ کر نکال باہر کیا۔ ایوب خان نے پاکستان کے لیے بعض اچھے کام کیے منگلا اور تربیلا ڈیم بنائے۔ صنعتوں کا جال بچھا دیا۔ وہ بھی سیکولر خیالات کے حامل تھے، انتہائی ذلت آمیز طریقے سے ایوانِ اقتدار سے نکالے گئے۔ اُن کے خلاف تحریک چلی تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ اپنے گھر میں اُنہیں ایوب کتا ہائے ہائے کا نعرہ سننا پڑا۔ یحییٰ خان کا ذکر کیا کرنا جنہیں شام کے اوقات میں خود معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کون ہیں اور کہاں ہیں؟ ذوالفقار علی بھٹو تعلیم یافتہ تھے، اپنے منہ بولے ڈیڈی کے خلاف تحریک چلا کر اقتدار میں آئے۔ پاکستان کے حوالے سے ایک دو اچھے کام کرنے کے باوجود پھانسی کے پھندے تک پہنچ گئے۔ ضیاء الحق کے بارے میں اگرچہ دو آراء ہیں لیکن ہمارے نزدیک اُنہوں نے بھی دین کے ساتھ کھلواڑ کیا۔ اقتدار کے آخری دنوں میں صدر کی حیثیت سے اپنی تقریر میں وہ آنسوؤں سے روتے پائے گئے۔ محمد خان جونیجو بھی کان سے پکڑ کر نکال دیے گئے۔ بے نظیر ایوانِ اقتدار سے باہر دھکیل دی گئی اور سرِ راہ ماری گئیں۔ نواز شریف کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ تین بار پاکستان کے وزیراعظم بنے اور پنجاب کے وزیراعلیٰ بھی رہے۔ اسلامی جمہوری اتحاد کا پلیٹ فارم اُن کے اقتدار کی سیڑھی بنا، لیکن بالآخر بدترین سیکولر بلکہ ملحد قسم کے لوگوں نے اُنہیں اپنے حصار میں لے لیا۔ قادیانیوں کو بھائی کہا ہندوؤں کی رسومات بلکہ عبادات میں شریک ہونے کی خواہش کا اظہار کیا اور اب صورتِ حال یہ ہے کہ نا اہل ہو چکے ہیں۔ اپنی ہی جماعت کی صدارت سے الگ کر دیے گئے ہیں اور اب اُن کا جیل میں آنا جانا لگا ہوا ہے۔ زرداری کسی اور کے لیے بھاری ثابت ہوئے یا نہ ہوئے پاکستان پر بڑے بھاری پڑے ہیں۔ سلاخوں کے پیچھے جانا اب اُن کا مقدر بنتا نظر آتا ہے۔

ہم نے یہ ساری داستان موجودہ حکمران عمران خان کو سنانے کے لیے تحریر کی ہے تاکہ وہ چوکنا ہوں اور ماضی سے سبق سیکھیں کہ ایک نظریاتی ملک کو مخالف سمت میں گھسیٹنے کا انجام کتنا عبرت ناک ہوا۔ اخبارات میں یہ تشویشناک خبریں شائع ہو رہی ہیں کہ سینٹ میں ایک بل لایا جا رہا ہے جس میں ایک ترمیم تجویز کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے خلاف توہین رسالت کا مقدمہ 295/C کے تحت درج کرائے گا تو توہین رسالت ثابت نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ درج کروانے والے کو اِسی دفعہ کے تحت گرفتار کر کے سزائے موت دی جائے گی۔ عقل پرستوں کو یہ بات پسند آئی ہے کہ آخر کیوں ایک شخص کو غلط طور پر ایسے سنگین جرم میں ملوث کیا جائے اور ایسی الزام تراشی پر بدترین سزا کیوں نہ دی جائے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ دوسرے سنگین جرائم مثلاً قتل، ڈاکہ زنی اور زنا جیسے جرائم میں بھی اِسی منطق کو کیوں بروئے کار نہیں لایا جاتا۔ خاص طور پر نبی اکرم ﷺ کی توہین پر بنے ہوئے قانون کو کیوں نشانہ بنایا جا رہا ہے اور فرض کر لیجیے کہ ان تمام جرائم کی سزا کے قانون میں بھی یہ شق رکھ لی جاتی ہے کہ جھوٹا الزام لگانے والے کو وہی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کی سزا ہو گی۔ تب بھی محسن انسانیت محبوب ربانی ﷺ کی شان میں گستاخی کا معاملہ استثنائی ہونا چاہیے۔ دنیا کو معلوم ہونا چاہیے آپ ﷺ کی توہین سے بڑھ کر بڑا کوئی جرم نہیں البتہ جہاں تک اس قانون کے غلط استعمال کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ تمام قوانین کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ اس قانون سمیت سب قوانین کا غلط استعمال مناسب اور قابل عمل تدبیر سے روکنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس تصور سے ہی روح لرز اُٹھتی ہے کہ 295/C میں اگر مجوزہ ترمیم منظور کر لی گئی تو گویا آپ نے توہین رسالت کو کھلی چھٹی دے دی۔ کوئی فرد آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی توہین پر بھی سچا مقدمہ درج کراتے ہوئے خوفزدہ ہو گا کہ کیا میں اسے عدالت میں بھی ثابت کر سکوں گا؟ جب کہ ہمارے قوانین کچھ ایسے ہیں اور وکلاء کے معیار اور مہارت کا یہ عالم ہے کہ وہ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کر لیتے ہیں۔

محترم وزیراعظم پہلے بھی ہم آپ سے گزارش کر چکے ہیں کہ آپ گفتگو کا آغاز ایاك نعبد و ایاك نستعین سے کرتے ہیں۔ ریاست مدینہ کی بات کرتے ہیں۔ اگر آپ نے بھی سابقہ حکمرانوں کی سی روش اختیار کی تو قسم اُس رب کی جس نے محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، جن کی شان اور عظمت بیان کرنا نہ کسی کی زبان کے بس میں ہے اور نہ قلم یہ حق ادا کر سکتی ہے۔ وہ رب آپ کا حشر اور انجام سابقہ تمام حکمرانوں سے بھی بُرا کرے گا۔ ہوش میں آئیں اور رُک جائیں مجوزہ ترمیمی بل کو پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں اور اس کے تجویز کنندہ کو وزارت سے سبکدوش کر دیں۔ آپ کے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دیں پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف پیش قدمی کریں۔ ہم آپ کو وقت دینے کے حق میں ہیں۔ آپ ایاك نعبد و ایاك نستعین کو اپنا بنیادی اُصول بنا کر ریاستِ مدینہ کی طرف پیش قدمی کریں اور یہ مت بھولیں کہ نظریۂ پاکستان سے انحراف ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ اس کے ارتکاب سے بچیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے۔ آمین

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ریاست مدینہ کے خدوخال

قرآن وسنت کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تعلیم وتربیت محترم خورشید انجم کے 5 اکتوبر 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! جیسا کہ آپ کے علم میں ہوگا کہ آگاہی منکرات مہم تنظیم اسلامی کے نظام العمل کا باقاعدہ حصہ ہے۔ ہر تین مہینے کے بعد کسی نہ کسی منکر کے خلاف مہم چلائی جاتی ہے۔ اس سے قبل ہم فحاشی اور سود وغیرہ کے خلاف مہمات چلا چکے ہیں جنہیں عوامی سطح پر بہت سراہا گیا ہے۔ موجودہ وقت میں چونکہ ایک سلوگن بہت عام ہورہا ہے اور ہمارے وزیراعظم الیکشن سے پہلے بھی اور حکومت میں آنے کے بعد بھی کئی بار ریاست مدینہ کو رول ماڈل قرار دے چکے ہیں۔ وہ اکثر ﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝﴾ اور ﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ (الاحزاب: 21) ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے'' جیسی آیات کو بھی اپنی تقریروں کا حصہ بناتے رہے ہیں لہٰذا تنظیم اسلامی نے مناسب سمجھا کہ اس حوالے سے ایک آگاہی مہم چلائی جائے۔ اس کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ریاست مدینہ کی طرز پر سسٹم لانے کی کوشش کر رہا ہے تو دینی جماعتوں پر لازم ہے کہ

﴿وَتَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی ۪﴾ ''اور تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو'' (المائدہ:2)

کے اصول پر اس کے ساتھ تعاون کریں۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ حکمرانوں کو بتایا جائے کہ ریاست مدینہ کے حقیقی تقاضے اور بنیادی خدوخال کیا ہیں۔ کیونکہ محسوس یہ ہورہا ہے کہ عمران خان کا تصورِ ریاست مدینہ ایک فلاحی ریاست کا تصور تو ہے لیکن وہ اسلامی فلاحی ریاست کا تصور نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے سامنے سکنڈے نیوین ممالک کا ماڈل ہے۔ اگرچہ ان ممالک نے بھی فلاحی ریاست کا یہ تصور حضرت عمرؓ کے عہد سے لیا ہے اور ان کے ہاں اب بھی عمرلاءز کے نام سے قوانین نافذ ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اس کے باوجود بھی وہ اسلامی فلاحی ریاست نہیں کہلا سکتے۔ جبکہ ریاست مدینہ ایک اسلامی فلاحی ریاست تھی۔ پھر یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ عمران خان تو ریاست مدینہ کی بات کرتے ہیں لیکن ان کے باقی ساتھیوں کا طرزعمل اور بیانات ریاست مدینہ کے ماڈل سے بالکل مختلف ہیں۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کہ ((الدین النصیحۃ)) ''دین تو نصیحت کا نام ہے'' تنظیم اسلامی کی ایک کوشش ہے کہ ریاست مدینہ مہم چلا کر حکمرانوں اور عوام پر یہ باور کرادیا جائے کہ ریاست مدینہ کا حقیقی تصور کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جو ریاست قائم کی

مرتب: ابو ابراھیم

تھی وہ کیا تھی؟ اور وہ ریاست کیسے قائم ہوئی؟ اور اب اگر اس طرز پر کوئی ریاست قائم ہوگی تو کس طرح ہوگی اور اس کے عملی تقاضے کیا ہوں گے؟ پھر اس مہم کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عوام میں ریاست مدینہ کے حوالے سے حقیقی تصور کو اُجاگر کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمارہے تھے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کردیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔'' (الحج:41)

گویا اس آیت میں ریاست مدینہ کے بنیادی خدوخال بیان کردیے گئے۔ جن میں سے پہلا نظام صلوٰۃ کو قائم کرنا ہے۔ اس میں صرف نماز ادا کرلینا کافی نہیں بلکہ نماز کا ایک پورا نظام ہے۔ اس کو قائم کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی۔ یہ مسجد صرف مسجد نہیں تھی بلکہ یوں کہہ لیجیے کہ ایک ریاستی سیکریٹریٹ تھا۔ وہاں نبی کریم ﷺ کی حیثیت ایک امام، ایک مربی، ایک مزکی، ایک مبلغ اور قاضی القضاۃ کی تھی۔ وہ حکمران اور سپہ سالار لشکر بھی تھے۔ یہ سارے امور آپ ﷺ اسی مسجد میں بیٹھ کر سرانجام دیتے تھے۔ یہیں سے تمام لشکر روانہ کیے جاتے تھے۔ باہر سے جو وفود آرہے تھے ان سے ملاقات بھی اسی مسجد میں کی جارہی ہے۔ اسی مسجد سے مدینہ کی پوری مارکیٹ کنٹرول ہورہی تھی۔ اس کے بعد دوسرا نظام زکوٰۃ کا قیام ہے۔ زکوٰۃ کی وصولی اور پھر اس کو مستحقین پر خرچ کرنے کا بھی ایک پورا نظام تشکیل دیا گیا۔ تیسرا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اس کا بھی پورا ایک نظام ہے جو کہ ریاست مدینہ میں قائم کیا گیا۔ کیونکہ برائی کو روکے بغیر اور نیکی کو عام کیے بغیر ریاست مدینہ کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

یہاں ایک بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ حقیقی ریاست مدینہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوئی۔ اس سے قبل آپ اس کو دارالامن یا دارالاسلام تو کہہ سکتے ہیں لیکن معروف معنوں میں جسے ریاست کہتے ہیں وہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوئی۔ کیونکہ ریاست کے اندر باقاعدہ عملداری ہوتی ہے۔ جو حکومت کے احکامات کی پابندی نہیں کرتا اس کو بغاوت سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ حکومت کی رٹ کو چیلنج کررہا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد جب باقاعدہ ریاست قائم ہوگئی تو جو لوگ جنگ تبوک میں نہیں گئے انہیں باقاعدہ سزا دی گئی۔ جبکہ فتح مکہ سے قبل جنگ احد

میں رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر محاذ جنگ سے واپس آ گیا لیکن نہ کوئی باز پرس ہوئی اور نہ سزا ہوئی۔ اسی طرح فتح مکہ سے قبل مدینہ میں آپ ﷺ کی عدالت بھی تھی اور دوسری طرف یہود کی عدالتیں بھی قائم تھیں۔ حالانکہ ایک ملک میں دو عدالتی نظام نہیں ہوتے۔ وجہ یہ تھی کہ وہاں ابھی ریاست کی عملداری قائم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ یہود اور دوسرے قبائل کے ساتھ معاہدے کر کے آپ ﷺ نے صرف ایک سیاسی نظم قائم کیا تھا۔ اسی طرح آپ یہ بھی دیکھیں کہ جب تک آپ دارالخلافہ میں اپنی عملداری قائم نہ کرلیں آپ ریاست کے دعویدار نہیں بن سکتے۔ مکہ کو عرب میں ام القریٰ یعنی دارالخلافہ کی حیثیت حاصل تھی۔ لہٰذا حقیقی معنوں میں ریاست مدینہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوئی۔ نبی کریم ﷺ جب خانہ کعبہ میں بتوں کو گرا رہے تھے تو یہ آیت تلاوت کر رہے تھے:

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ ۝81 ''اور آپ کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل ہے ہی بھاگ جانے والا۔'' (بنی اسرائیل:81)

اسی طرح قرآن میں ارشاد ہے:

﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴾ ۝2

''اور آپ دیکھ لیں لوگوں کو داخل ہوتے ہوئے اللہ کے دین میں فوج در فوج۔'' (النصر:2)

عرب کا مرکز یعنی دارالخلافہ مکہ تھا جب مکہ فتح ہو گیا تو اس کا مطلب تھا کہ اب وہاں مسلمانوں کی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ اسی لیے اب عرب جوق در جوق دین کے اندر داخل ہو رہے تھے۔ اسی طرح قرآن مجید کی تکمیلی آیات بھی فتح مکہ کے بعد نازل ہوئیں۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے'' (المائدہ:3)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرٹیفکیٹ تھا کہ اب اسلامی ریاست قائم ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے مدینہ ایک بیس کیمپ کی حیثیت رکھتا تھا۔ کیوں وہاں نبی کریم ﷺ مکہ کے حالات سے نکل کر دارالامن اور دارالاسلام میں آئے تھے۔ وہاں آپ ﷺ نے دوسرے قبائل کے ساتھ معاہدے کر کے ایک عبوری آئین بنایا۔ یعنی وہ ایک عارضی قسم کا دستور تھا کیونکہ ابھی احکامات نازل ہو رہے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد مدینہ کی ریاست بکمال تمام پوری ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا تو اس وقت اینٹی ریولوشنری موومنٹس سامنے آ گئیں۔ کہیں مرتدین تھے، کہیں جھوٹے نبی کھڑے ہو گئے، کہیں مانعین زکوٰۃ کھڑے ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا عہد انہی بغاوتوں کو فرو کرنے میں گزر گیا۔ لہٰذا ریاست مدینہ کا عملی نمونہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں سامنے آیا جب تمام حکومتی ادارے وجود میں آئے۔ اس میں مزید وسعت اور توسیع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔

یہ ریاست مدینہ قائم کیسے ہوئی؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا مقصد بعثت یوں بیان کیا:

''وہی ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو الہدیٰ اور دین حق دے کر تاکہ وہ غالب کر دے اسے کل کے کل نظامِ زندگی پر۔'' (الفتح:28)

آپ ﷺ نے جزیرہ نما عرب پر دین قائم کر کے دکھا دیا۔ مگر یہ دین قائم کیسے ہوا؟ آپ ﷺ کے جانثار ساتھی، وہ رجال کار جنہوں نے اس کام کو کیا ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر بہت بھاری اور آپس میں بہت رحم دل ہیں، تم دیکھو گے انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے، وہ (ہر آن) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں'' (الفتح:29)

نبی کریم ﷺ کے مقصد بعثت کو پورا کرنے میں صحابہ کرامؓ ان کے دست و بازو بنے، ان کے معاون بنے۔ جہاں نبی کریم ﷺ کا پسینہ گرتا وہاں اپنا خون گرانا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے اندر یہ جذبہ اور یہ تنظیم کیسے پیدا ہوئی؟ اللہ نے خود فرمایا کہ:

پریس ریلیز 12 اکتوبر 2018ء

توہین رسالت قوانین میں ترمیم کی خبریں تشویشناک ہیں

سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان کا امریکی صدر کو جواب خوش آئند ہے

سعودی عرب میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام سے دوسرے مسلمان ممالک کی حوصلہ افزائی ہوگی

حافظ عاکف سعید

توہین رسالت قوانین میں ترمیم کی خبریں تشویشناک ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی نے اپنے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ خبریں صحیح ہیں تو یہ حکومت کی سنگین غلطی ہوگی۔ توہین رسالت قوانین میں ترمیم کی کسی بھی کوشش سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں گے اور عوام الناس کے غیض و غضب کو سنبھالنا حکومت کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے حکومت کو کسی بھی ایسی کوشش سے باز رہنا چاہیے جس سے منکرین ختم نبوت یا گستاخان رسول کی کسی قسم کی حوصلہ افزائی ہو۔ انہوں نے سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلیمان کے امریکی صدر کو دیے گئے جواب کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگرچہ جواب بہت کمزور ہے لیکن پھر بھی ایک کمزور ملک کی طرف سے اتنا جواب بھی کافی ہے۔ تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ سعودی ولی عہد اگر عالمی طاقتوں کی ڈکٹیشن سے آزاد ہونا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے ملک میں اسلام کو مکمل طور پر نافذ کر کے رب کائنات کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے۔ جس کے نتیجے میں اللہ کی مدد یقینی طور ان کے ساتھ ہوگی۔ انہیں اس حوالے سے پہل کرنی چاہیے کیونکہ مکہ و مدینہ کو اسلام کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ سعودی عرب میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام سے دوسرے مسلمان ممالک کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

''وہی تو ہے جس نے اٹھایا اُمیین میں ایک رسول ان ہی میں سے' جو ان کو پڑھ کر سناتا ہے اُس کی آیات اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں تعلیم دیتا ہے کتاب وحکمت کی۔ اور یقینا اس سے پہلے تو وہ کھلی گمراہی میں تھے۔'' (الجمعہ:2)

یہ شاندار تعلیم وتربیت جس نے صحابہ کرامؓ کو دنیا کی عظیم ترین جماعت بنا دیا اس کے چند پہلو یہاں پر بیان ہوئے ہیں۔ ان میں پہلی چیز تلاوتِ قرآن مجید ہے۔ اللہ نے فرمایا:

''اے لوگو! آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور تمہارے سینوں (کے اَمراض) کی شفا اور اہل ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت۔'' (یونس:57)

ہم تلاوت کرتے بھی ہیں تو ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ہم کیا پڑھ رہے ہیں جبکہ صحابہ کرامؓ آیات پر غور کرتے تھے اور اللہ کا کلام ان کے دل میں اُتر کر اپنا اثر دکھاتا تھا۔ اگر زمین سخت ہو تو آپ جو بیج ڈالیں تو وہ بھی ضائع ہو جائے گا۔ اس لیے پہلے زمین کو نرم کیا جاتا ہے اور پھر اس میں بیج ڈالا جاتا ہے تو وہ فصل لہلہا اٹھتی ہے۔ لہٰذا تزکیہ کے لیے پہلے دل کی زمین کو نرم کیا جاتا ہے۔ پھر اگلے فیز میں سینوں کے اندر جو روگ ہم نے پال رکھیں ہیں جیسے حب جاہ، حب مال، حب اقتدار، حسد، بغض، کینہ وغیرہ ان سے چھٹکارا پانا ہے۔ سینوں کے جو روگ ہیں ان کے لیے قرآن شفاء ہے۔ وہ مردان کار جو بدر واحد کے لیے تیار ہوئے، جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقع پر اور تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے وہ تعلیم القرآن اور تزکیہ کی بدولت ہی تیار ہوئے تھے۔

اس تعلیم کا بنیادی نکتہ توحید ہے جو کہ ریاست مدینہ کی بنیاد ہے اور توحید کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہو۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ①﴾

''اے اہل ایمان مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقینا اللہ سب کچھ سننے والا 'سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الحجرات:1)

یعنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام معاملات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہوں۔ کچھ حدود ہیں جو مقرر کر دی گئی ہیں ان سے آگے نہیں جانا۔ یہی چیز ہمارے دستور میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ "No legislation will be done repugnent to the Quran and the Sunnah." لہٰذا اگر ہم ریاست مدینہ کی طرز پر کوئی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں تو اسی دائرے کے اندر رہ کر قانون سازی کرنی ہوگی۔

ریاست مدینہ کے خدوخال

سب سے بنیادی چیز بے لاگ اور بلا معاوضہ انصاف ہے۔ قرآن مجید تمام انبیاء، رسولوں اور کتابوں کا جو مقصد بتاتا ہے وہ عدل وقسط ہے۔ سورۃ الحدید میں فرمایا:

''ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔'' (آیت:25)

چنانچہ ریاست مدینہ میں سب سے اہم چیز عدل و انصاف کا قیام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر خود عدالت لگاتے تھے اور لوگوں کی شکایات سن کر ان کا ازالہ فرماتے تھے۔ اسی طرح آپؓ عمال کا بھی محاسبہ فرماتے تھے۔ لوگوں کی شکایت پر آپؓ نے مصر کے گورنر کے بیٹے کو کوڑے لگوائے اور تاریخی الفاظ کہے کہ: ''لوگوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا تم نے کب سے انہیں غلام بنا لیا۔'' اس کے ساتھ ساتھ قانونی مساوات قائم کرنا بھی ریاست مدینہ کا ایک اہم جز ہے۔ چاہے کوئی بڑا ہو، چھوٹا، امیر ہو غریب ہو، حاکم ہو یا عام شہری ہو سب کے لیے ایک جیسا قانون ہو اور کسی کو کوئی استثناء حاصل نہ ہو۔

اسی طرح معاشرتی نظام میں ایک پاکیزہ اور باحیاء معاشرہ کا قیام ریاست مدینہ کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ریاست مدینہ میں ہر طرف حیاء اور عفت وعصمت اور پاکیزگی تھی۔ بے حیائی، فحاشی، عریانی، رقص وسرود سے پاک معاشرہ تھا، مرد وزن کو غضِ بصر کا حکم دیا گیا اور خواتین کے لیے پردے کے تفصیلی احکامات سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں نازل ہوئے۔ اسی طرح معاشی نظام میں سود، جوا، لاٹری، ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ کیا گیا۔ اس کی جگہ زکوٰۃ، صدقات، اموال فے اور دوسری مدات سے حاصل ہونے والی رقوم کو رعایا کی فلاح وبہبود کے کاموں میں خرچ کیا گیا۔ اسی طرح خارجہ پالیسی کا بنیادی ہدف دعوت حق کا فروغ تھا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی خارجہ پالیسی ہی تھی کہ اسلامی انقلاب حجاز کی حدود سے نکل کر پورے جزیرہ نماء عرب تک پہنچ گیا اور کچھ ہی عرصے کے بعد مغربی افریقہ میں یورپ کے ساحلوں تک اور ایشیاء میں ہند اور چین کی سرحدوں تک وسعت پذیر ہو گیا۔ اس کے بعد خارجہ پالیسی کا ایک ہدف یہ بھی تھا کہ دنیا پر اسلامی ریاست کا رعب اور دبدبہ قائم ہو جائے اور کوئی دوسری قوت ان کی طرف میلی نظروں سے نہ دیکھ سکے۔ اسی طرح ہر خاص وعام کے لیے تعلیم عام کی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے ہجرت سے قبل حضرت مصعب بن عمیرؓ کو معلم بنا کر مدینہ بھیجا۔ طالبان علم کے لیے صفہ کا ادارہ قائم کیا گیا۔ مختلف صحابہؓ کی مختلف زبانیں سیکھنے کی ذمہ داریاں لگائی گئیں، کچھ کو کتابت سیکھنے پر مامور کیا گیا۔ مساجد میں درس وتدریس کا انتظام کیا گیا۔ حضرت عبیدہ ابن صامتؓ شعبۂ درس وتدریس کے سربراہ تھے۔

ریاست مدینہ کے ان بنیادی خدوخال کی ترویج و اشاعت اور عوام الناس اور حکمرانوں تک پہنچانے کے لیے ہی تنظیم اسلامی نے ریاست مدینہ مہم کا آغاز کیا ہے کہ اگر ان خدوخال کے مطابق آپ اپنا سسٹم بنائیں گے تو پھر ریاست مدینہ جیسی ریاست بنے گی ورنہ محض پیوندکاری سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اُلٹا اسلام کو نقصان پہنچے گا۔ ہمیں کوئی اقتدار نہیں چاہیے بلکہ ہمیں اسلام چاہیے۔ چاہے کوئی بھی لے آئے۔ ریاست مدینہ کا وہی ماڈل ہمیں مطلوب ہے۔ قائداعظم کا بھی یہی خواب تھا کہ ہم اس ملک میں اسلام کے نظام حریت واخوت ومساوات کا ایک عملی نقشہ دنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔ اسی طرح علامہ اقبال کا خواب تھا کہ اسلام کے چہرے پر دور ملوکیت میں جو بدنما داغ دھبے پڑ گئے تھے ان کو ہٹا کر اسلام کا روشن چہرہ دنیا کو دکھا سکیں۔ لہٰذا اس مہم میں ہر کسی کو اپنا حصہ بٹانا چاہیے۔ جو جتنا کرسکتا ہے وہ اس مقصد کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ کیونکہ خیر وشر کی جنگ ہو تو اس میں غیر جانبداری درحقیقت شر کا ساتھ دینے کے مترادف ہوتی ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو ایک ننھی سی چڑیا اپنی چونچ میں پانی لا لا کر اس آگ میں ڈال رہی تھی۔ کسی نے کہا کیوں جان ہلکان کرتی ہو تمہارے اس تھوڑے سے پانی سے آگ نہیں بجھ جائے گی۔ اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ میری حیثیت اور میری بساط کیا ہے لیکن میں آگ بجھانے والوں میں شامل ہوں آگ بھڑکانے والوں میں نہیں ہوں۔ اس چھوٹی سی مثال سے ہم بخوبی جانچ سکتے ہیں کہ آج حق اور باطل کی جنگ میں ہم کہاں کھڑے ہیں؟ لہٰذا جتنا ہو سکتا ہے ہمیں حق کا ساتھ دینا چاہیے۔ ورنہ اگر غیر جانبدار رہیں گے تو کل اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کا ساتھ دینے اور اقامت دین کی جدوجہد میں اپنا حصہ بٹانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

محکماتِ عالمِ قرآنی

2 حکومت الٰہی

1 بندۂ حق بے نیاز از ہر مقام — نے غلام او را نہ او کس را غلام

(محکمات قرآنی میں خلافت آدم کے آشکار ہونے کے بعد) کائنات پر خالق کائنات کی حکمرانی کا مطلب واضح ہے کہ ظاہری اسباب میں یہ حکومت آدم کے حصے میں آئی ہے اور یہ خلافت ہے یعنی بندۂ حق نیابت الٰہی کے علاوہ ہر دوسرے مقام سے بے نیاز ہے نہ کوئی اس کا غلام ہوگا اور نہ وہ کسی کا غلام ہے

2 بندۂ حق مردِ آزاد است و بس — ملک و آئینش خداداد است و بس

بندۂ حق ایک آزاد انسان ہوتا ہے اس کی حکومت و قانون و اختیار اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے وہ کسی (پارلیمنٹ، کسی مافیا، UNO یا آئین) کا محتاج نہیں ہے

3 رسم و راہ و دین و آئینش ز حق — زشت و خوب و تلخ و نوشینش ز حق

اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات ماننے، نبوت و رسالت پر یقین رکھنے اور آخرت کو ماننے والا آدم اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور اس کے طور طریقے اور دین و آئین اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اس کا اچھا، بُرا، کڑوا، میٹھا سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے (خدا بے زار، دین دشمن اور وحی دشمن لوگ اس صورت حال کا کماحقہ تصور بھی نہیں کرسکتے)

1۔ محکماتِ عالمِ قرآنی کے تذکرہ میں خلافت آدم سب سے بڑی حقیقت اور سب سے واضح نقش ہے جو چہار سو نظر آتا ہے۔ نظری طور پر ہر بالغ، ذی شعور اور صاحب دل انسان یہ بات جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ اس کائنات میں 'حکم' کا کامل اختیار صرف اُسی کے پاس ہے۔ تخلیق انسانی سے پہلے بھی یہ کائنات صدیوں سے رواں دواں تھی اس سپاٹ دنیا میں 'حرکت' اور قوانین فطرت کی عمل داری تھی۔ انسان کے آنے کے بعد ہی (جنات کے علاوہ) بندگی رب اور عبادتِ رب کے دائرے میں شیطانی اور ابلیسی سوچ کی عمل داری کا آغاز ہوا جس سے زمین و آسمان کے کائناتی توازن ❶ میں رخنہ اندازی کے امکان سے اجتماعی انسانی زندگی میں حکومت الٰہی کے اختیارات کا عکس ابن آدم کی خلافت ارضی کے اظہار سے ہوا ہے۔ یہی بات یہی ہے کہ انسان اس مقام کے علاوہ ہر مقام سے بے نیاز ہے اور عملاً انسان نہ کسی کا غلام ہے اور نہ اس کا کوئی غلام ہوگا۔

2۔ ابن آدم جب اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرلیتا ہے تو وہ بندۂ حق بن جاتا ہے اور تمام انسانی تخلیق کردہ غلامیوں کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوجاتا ہے۔ بس یہی بات دن میں روشن سورج سے بڑی حقیقت ہے اور اس پر انسان کے لیے ملک (اختیارات کی حدود اور عمل داری)، اس ملک کے لیے ضروری ضابطے اور حدودُ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں بس! اس میدان میں ہر انسان اپنے ربّ کی طرف سے عطا کردہ رزق اور عمر کی طرح ذہنی استعداد کا بھی امین ہے اور ہر انسان اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا مکلف ہے۔

3۔ انسان کی اجتماعی زندگی میں سماجی سطح پر رسومات کا میدان ہو یا انفرادی سطح پر طریقت، شریعت، مسلک و سلوک و مذہب کی راہ ہو، سب احکام الٰہی کے تابع اور انہی سے اخذ کردہ ہوگا یعنی آج آسمانی ہدایت —— قرآن مجید، سنت رسول ﷺ اور سنت صحابہ کے تابع ہونے کا نام ہے۔ ❷ گویا زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی گوشوں میں اچھا بُرا (جائز و ناجائز) اور حلال و حرام سب اسی ہدایت کے تابع ہوگا۔

دین و آئین انسانی بھی خالق کائنات اور آسمانی باپ کا عطا کردہ ہی ہوگا۔ دین و آئین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو صلاحیتیں بخشی ہیں وہ بھی خداداد ہیں انسانوں میں کم صلاحیتوں والے بھی ہیں اور زیادہ صلاحیتوں والے بھی ❸۔ گویا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ (الحدیث) فرما کر اصولی بات بتادی ہے ملکی معاملات کی ذمہ داری سنبھالنے کا اہل شخص ہی ڈھونڈ کر نکالنا ہوگا۔ یہ تعیین ملوکیت (باپ کے بعد بیٹا) یا دھونس دھاندلی سے سامنے آنے والے (الیکشن) کے طریقہ پر نہیں ہوگا بلکہ اسلام میں عہدے اہلیت کی بنیاد پر دیے جائیں گے۔ ❹

---

❶ سورہ رحمٰن کی ابتدائی آیات ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ O اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ O﴾ ''اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کیا کہ ترازو میں حد سے تجاوز نہ کرو''

❷ ((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ)) (ابن ماجہ) ''تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو''

❸ ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ O﴾ (یوسف:76) ''اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے''

❹ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو'' (النساء:58)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق جو ریاست قائم ہوگی وہ ریاست مدینہ ہوگی: ایوب بیگ مرزا

عمران خان ہوں یا ہماری دینی جماعتیں دونوں کے ہاں ریاست مدینہ کا تصور دنیا کے گرد گھومتا ہے جبکہ تصورِ آخرت کے بغیر کوئی نظام مکمل نہیں ہوسکتا: اوریا مقبول جان

تنظیم اسلامی کی ریاست مدینہ مہم کا مقصد عوام میں اس حوالے سے صحیح آگاہی اور حکومت کو اس جانب قدم بڑھانے کی دعوت دینا ہے: شجاع الدین شیخ

ریاست مدینہ کا تصور نظام عدل اجتماعی کا ایک پورا پیکج ہے، اگر یہ پورا نہیں ہوگا اور صرف پیوند کاری کی جائے گی تو اس سے اسلام کو نقصان ہی پہنچے گا، فائدہ نہیں ہوگا: خورشید انجم

تنظیم اسلامی کی ریاست مدینہ مہم کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: تنظیم اسلامی ریاست مدینہ کے حوالے سے جو مہم چلا رہی ہے اس کا پس منظر اور اس کے اہداف کیا ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: آپ جانتے ہیں کہ عمران خان کافی عرصے سے ریاست مدینہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے وہ حکومت میں نہیں تھے اس لیے اتنا نوٹس نہیں لیا گیا لیکن جب وہ حکومت میں آ گئے تو اب ان کے پاس اختیار ہے۔ لہٰذا تنظیم اسلامی نے ضروری سمجھا کہ جس طرح وہ ریاست مدینہ کی بات کر رہے ہیں اس پر عوام کو صحیح معنوں میں اعتماد میں لیا جائے اور اُنہیں صحیح آگاہی دی جائے۔ مثال کے طور پر وہ جب ریاست مدینہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے پیش نظر میرٹ، سوشل جسٹس، شہریوں سے مساوی سلوک وغیرہ جیسے اصول ہیں کیونکہ وہ اس کے ساتھ اسکینڈے نیوین ممالک کی مثالیں دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ریاست مدینہ صرف سوشل جسٹس کا نام ہے۔ لہٰذا تنظیم اسلامی نے اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں ریاست مدینہ کا یہ ادھورا ورژن لوگوں میں عام نہ ہو جائے یہ مہم شروع کی ہے تاکہ لوگوں میں آگاہی پیدا کی جائے کہ ریاست مدینہ حقیقت میں کیسی تھی اور کیسی ہونی چاہیے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اپنا نائب مقرر کیا۔ گویا انسان کی حیثیت اس زمین پر وائسرائے کی ہے۔ جیسے ہندوستان میں برطانوی حکومت کا ایک وائسرائے ہوتا تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ تخت برطانیہ سے جو احکامات آئیں انہیں ہندوستان میں نافذ کرے۔ اسی طرح کا معاملہ مسلمان کا بھی ہے۔ ایک مسلمان جب خلیفہ بنتا ہے تو وہ یہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو نافذ کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ ان احکامات کے مطابق جو ریاست قائم ہوگی وہ حقیقت میں ریاست مدینہ ہوگی۔ صرف سوشل جسٹس والا معاملہ بہت ادھورا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سیاسی معاملات کو مختصراً بیان کیا ہے، اسی طرح معاشی حوالے سے زیادہ زور اسی بات پر دیا ہے کہ سود حرام ہے اور ارتکازِ دولت غلط ہے۔ لیکن معاشرتی معاملات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لیکن عمران خان کی پارٹی اور ان کے جلسوں کو دیکھا جائے تو وہاں

مرتب: محمد رفیق چودھری

ہمیں معاشرتی حوالے سے اسلام نظر ہی نہیں آتا۔ لہٰذا اگر ان کی سوچ یہ ہے تو پھر انہیں ریاست مدینہ کا ذکر ہی نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ہم سکینڈے نیوین ممالک کی طرح کی ایک فلاحی ریاست بنائیں گے۔ جبکہ تنظیم اسلامی یہ چاہتی ہے کہ نہ صرف عوام میں ریاست مدینہ کے اصل تصور کو اُجاگر کیا جائے بلکہ حکمرانوں کو بھی بتایا جائے کہ ریاست مدینہ اصل میں کیا تھی اور اگر آپ ریاست مدینہ کے مثل کوئی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں تو وہ کس طرح قائم ہوگی۔

سوال: عمران خان نے ریاست مدینہ کا نعرہ کیا سوچ کر لگایا ہوگا؟ ان کے ذہن میں اس کا کیا تصور ہے؟

خورشید انجم: عمران خان کا ساری زندگی یورپی ممالک میں آنا جانا رہا ہے۔ انہیں جو چیزیں وہاں اچھی محسوس ہوئیں ان کو یہاں بھی وہ لانا چاہتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک ریاست مدینہ کا تصور ایک فلاحی ریاست کا تصور ہے، اسلامی فلاحی ریاست کا تصور نہیں ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست کا تصور اس سے بہت مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکّن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔“ (الحج:41)

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے۔ گویا اس آیت میں ریاست مدینہ کے بنیادی خدوخال بیان ہوئے ہیں۔ جن میں سے پہلی چیز نظام صلوٰۃ کو قائم کرنا ہے۔ اس کے بعد نظام زکوٰۃ ہے، پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک نظام ہے کہ معاشرے میں برائی کو روکا جائے اور نیکی کا حکم دیا جائے۔ ریاست مدینہ کے تصور میں یہ ساری چیزیں شامل ہیں۔ سوشل جسٹس بھی اسلام کا حصہ ہے لیکن اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جس میں اسلام کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام بھی شامل ہے۔ اسلام کا سیاسی نظام یہ ہے کہ حاکمیت صرف اللہ کی قائم ہو۔ ہر شعبۂ زندگی میں اسی کے حکم کی تعمیل کی جائے۔

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ﴾ (الانعام:57)

”فیصلے کا اختیار کسی کو نہیں سوائے اللہ کے۔“

اسلام کا معاشی نظام یہ ہے کہ دولت صرف چند خاندانوں میں اکٹھی ہو کر نہ رہ جائے بلکہ اس کے فوائد عوام الناس تک بھی پہنچنے چاہئیں۔

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ﴾

”تاکہ وہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان گردش میں نہ رہے۔“ (الحشر:7)

اس کے علاوہ اسلامی ریاست میں سود، لاٹری، جوا وغیرہ جیسی حرام چیزوں کا بالکل خاتمہ ہونا چاہیے۔ اسی طرح اسلام کا معاشرتی نظام یہ ہے کہ معاشرے میں حیاء،

پاکیزگی، پردے، عفت وعصمت کوفروغ دیا جائے۔ جبکہ بے پردگی، بے حیائی، غیبت، قتل وغارت گردی، چوری، کرپشن، غلامی اورظلم کا ہرممکن خاتمہ کیا جائے۔ جب تک یہ ساری چیزیں نہیں ہوں گی تو ریاست مدینہ کا تصور پورا نہیں ہوگا۔ یہ ایک پورا پیکج ہے۔ اگر یہ پورا نہیں ہوگا اور صرف پیوندکاری کریں گے تو اس سے اسلام کونقصان ہی پہنچے گا فائدہ نہیں ہوگا۔

ایوب بیگ مرزا: اسلام ایک ایسا ہمہ گیر مذہب ہے جس نے انسان کی انفرادی اوراجتماعی زندگی کا مکمل طور پر احاطہ کیا ہوا ہے۔ جبکہ عمران خان ادھوری باتیں کر رہے ہیں۔ ان سے وہ معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا جو مدینہ کی ریاست قائم ہونے کے بعد وجود میں آیا تھا۔ اگر عمران خان عدل کی بات کرتے ہیں تو کیا معیشت میں سود کا ہونا غیرعادلانہ بات نہیں ہے؟ عدل میں تو معاشرتی اقدار اور معاشی اصول خود بخود شامل ہوجاتے ہیں۔ ہم بھی انہیں یہی بتانا چاہتے ہیں کہ اگر آپ ریاست مدینہ جیسی ریاست بنانا چاہتے ہیں تو ان سب چیزوں کو قائم کریں۔ افغانستان کے علماء نے عمران خان کو باقاعدہ ایک خط بھیجا ہے کہ اگر آپ اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان سب چیزوں کو سامنے رکھیں۔

سوال: عمران خان تو ریاست مدینہ کی بات کرتے ہیں لیکن کیا ان کی باقی لیڈرشپ میں یہ چیز موجود ہے؟

ایوب بیگ مرزا: عمران خان کا فلسفہ ادھورا ہے، انقلابی نہیں ہے۔ ان کا فلسفہ یہ ہے کہ اگر حکمران دیانتدار اور مخلص ہو تو نیچے جو لوگ ہوں گے وہ بھی اس کے مطابق کام کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ ان کا یہ فلسفہ درست نہیں ہے۔ ممکن ہے کچھ اثرات پڑیں گے لیکن ایسی مثالیں بہت کم ہیں۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ ریاست مدینہ کی بات کرتے ہیں تو انہیں موقع دینا چاہیے۔ کم از کم وہ نصف مدت تو پوری کرلیں۔ اس میں پتا چل جائے گا کہ واقعتا ان کی اپنی بھی خواہش ایسی تھی یا محض وہ ایک سیاسی نعرہ ہی تھا۔ یا وہ خود تو مخلص تھے لیکن ان کے ساتھی رکاوٹ بنے۔ یہ فیصلہ ہم دوڈھائی سال بعد کرسکیں گے۔

سوال: عمران خان نے ''ریاست مدینہ'' کا لفظ کیوں استعمال کیا؟

اوریا مقبول جان: عمران خان ہوں یا ہماری دینی جماعتیں دونوں کے ہاں ریاست مدینہ کا تصور دنیا کے گرد گھومتا ہے کہ اگر یعنی آپ ریاست مدینہ قائم کرلیں گے تو آپ خوشحال ہوجائیں گے، آپ کے گھر، سڑکیں، صحت وغیرہ تمام چیزیں اچھی ہوجائیں گی اور آپ کو انصاف سستا مل جائے گا۔ حالانکہ یہ ساری چیزیں کبھی بھی ریاست مدینہ کا ہدف نہیں رہیں۔ یہ وہ فائدے ہیں جو ریاست مدینہ میں ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ خود بخود دیتا ہے۔ ان کے تصور میں آخرت مائنس ہے جبکہ وہ بنیادی شے ہے۔ دنیا کے اندر کوئی بھی نظام مکمل نہیں ہوسکتا جب تک آپ اس میں تصورِ آخرت کو شامل نہ کریں۔ یہ وہ تصور ہے جو انسانوں کو جوابدہی کا احساس دلاتا ہے۔ اصل چیز ہی فلاح آخرت ہے۔ دنیا میں خوشحالی لے آنا یہ ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ جمہوریت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ لوگوں کو دنیوی زندگی کے گرد طواف کرواتی رہتی ہے اور اصل زندگی کو بھلا دیتی ہے۔

سوال: کیا دینی سیاسی طبقہ موجودہ حکومت کو''ریاست مدینہ'' کا اصل تصور بتانا چاہتا ہے؟

> بنوامیہ کے دور میں عبدالملک بن مروان نے مسلمان ہونے پہ پابندی لگادی تھی کیونکہ جزیہ ختم ہونے سے مسلمانوں کی آمدن ختم ہورہی تھی۔ اس وقت امام ابوحنیفہؒ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک بلاسود معاشی سسٹم متعارف کروایا۔

اوریا مقبول جان: عمران خان کے حوالے سے میرا تاثر یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں لوگوں کے لیے کچھ ایسا کرجاؤں کہ لوگ مجھے صدیوں یاد رکھیں۔ یعنی وہ لوگوں کی نظروں میں امر ہونا چاہتا ہے۔ وہ ضرور ایسا سوچتا ہے لیکن کیا اس نے اپنے پارٹی ممبران کو اس سوچ پر لگایا؟ بنوامیہ کے دور میں عبدالملک بن مروان نے مسلمان ہونے پہ پابندی لگادی تھی کیونکہ جزیہ ختم ہوگیا تھا جس سے مسلمانوں کی آمدن ختم ہورہی تھی۔ اس وقت امام ابوحنیفہؒ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک بلاسود معاشی سسٹم متعارف کروایا۔ انہوں نے اسلامی سلطنت میں موجود قاضیوں اور گورنروں سے کہا کہ اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں سے پیسے لو اور اس کو فلاں فلاں کاروبار میں لگاؤ۔ اس سے جو منافع حاصل ہوگا وہ مختلف اداروں کو چلانے کے لیے خرچ کرو۔ انہوں نے باقاعدہ مصارف بتادیے تھے۔ اب ہمارے علماء ایسی چیزیں نہیں بتارہے۔ میں نے خود علماء سے کہا تھا کہ آپ لوگ اپنے اسلاف کا راستہ چھوڑ چکے ہو۔ ہمارے علماء صرف حکومت کا تماشہ دیکھتے ہیں۔ اگر عمران خان نے ریاست مدینہ کی بات کی ہے تو اس کی راہنمائی کرنا علماء کا کام ہے۔ اگر اس کا تصور محدود ہے تو علماء کا کام ہے کہ وہ اس کو ریاست مدینہ کا اصل اور مکمل تصور سمجھائیں۔ ہماری دینی سیاسی جماعتیں ہمیشہ دعویٰ کرتی ہیں کہ ہم ریاست مدینہ قائم کرکے دکھا سکتے ہیں۔ اگر وہ جانتی ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ موجودہ حکومت کو بتائیں اور اگر ایسا نہیں کریں گی تو قیامت کے دن پکڑ ان کی ہوگی۔

سوال: ''ریاست مدینہ'' کے حوالے سے عمران خان کی ٹیم اس کے ساتھ کتنی متفق ہے؟

اوریا مقبول جان: پاکستانی سیاست اور جمہوری سیاست میں دوطرح کی چیزیں ہیں۔ پوری دنیا میں جمہوریت نظریاتی طور پر پروان چڑھ رہی ہے۔ جبکہ پاکستانی سیاست ابھی عہدطفولیت کے اندر ہے۔ جیسے اقبال نے کہا تھا کہ:

الیکشن ، ممبری ، کونسل ، صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے

پاکستان میں جمہوریت بھی کرسی کے گرد گھومتی ہے۔ یہاں ہرحکمران یہی کہتا ہے کہ جب وہ آئے گا تو حالات خود بخود ٹھیک ہوجائیں گے۔ لیکن جب وہ آتا ہے تو اس کی ٹیم بن ہی نہیں پاتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری جمہوریت ابھی تک کرسی واقتدار کے چکر سے باہر نکل ہی نہیں سکی۔ قائداعظم کے ساتھ ٹیم یہی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے جو کام ان سے لینا تھا وہ لے لیا۔ اس وقت علماء نے کتنا کام کیا؟ وہ لوگ جو گالیاں کھاتے تھے وہ قرارداد مقاصد میں قائداعظم کی اور مسلم لیگ کی مدد کرنے کو تیار ہوگئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ قائداعظم نے مولانا مودودی کو ریڈیو پاکستان پر تقریریں کرنے کی دعوت دی۔ ہم صحابہ کرامؓ تو دور کی بات مولانا مودودی کی سنت پر بھی آج عمل نہیں کررہے۔

سوال: تنظیم اسلامی کی''ریاست مدینہ مہم'' کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

اوریا مقبول جان: میں تو اس میں شریک بھی رہا ہوں۔ میں کراچی کے سیمینار میں گیا تھا اور وہاں گفتگو بھی کی۔ بنیادی طور پر سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوچکا ہے کہ دنیا آپ سے سوال کرتی ہے کہ خوشحالی کہاں سے آئے گی؟ اگر صرف دنیوی ترقی ہی مقصود ہے تو پھر اسکینڈے نیوین ممالک میں بہت اچھے نظام ہیں۔ جبکہ دین اسلام پوری زندگی یعنی دنیا اور آخرت کو ملا کر ایک پیکج ڈیل ہے اور یہ پیکج

ڈیل ہی انسانوں کے اندر محبت پیدا کرتی ہے۔اسی لیے میں کہتا ہوں کہ پہلے عمران خان کو اس کے لیے تیار تو کرو۔اس لیے کہ آخرت میں ہمیں کیا اجر ملے گا؟

سوال: ’’ریاست مدینہ‘‘ کب وجود میں آئی؟

خورشید انجم: ایک تصور عام طور پر یہ پایا جاتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو ریاست مدینہ قائم ہوگئی۔لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت نبی کریم ﷺ کو ایک بیس کیمپ مل گیا۔ ریاست مدینہ اصلاً فتح مکہ کے بعد وجود میں آئی ہے۔ جب جزیرہ نماعرب میں دین قائم اور غالب ہوگیا۔اسی لیے جب نبی کریم ﷺ بتوں کو توڑ رہے تھے تو ساتھ ہی آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ

﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ﴿۸۱﴾﴾ (بنی اسرائیل)

’’اور آپؐ کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل ہے ہی بھاگ جانے والا۔‘‘

لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہجرت سے لے کر فتح مکہ تک ایک عبوری دور تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب ریاست مدینہ قائم ہوئی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ؕ﴾ (المائدۃ:3)

’’آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا اور تمہارے لیے میں نے پسند کر لیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔‘‘

پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا دور اینٹی ریوولوشنری موومنٹس کو ختم کرنے کے لیے ہی گزر گیا۔ ریاست مدینہ کا تفصیلی نقشہ ہمیں حضرت عمر ؓ کے دور میں نظر آتا ہے جس میں باقاعدہ ادارے وجود میں آئے۔

سوال: کیا عمران خان کا ریاست مدینہ کا تصور صرف عبوری دور والا تو نہیں؟

خورشید انجم: بالکل! اسی طرح کا معاملہ نظر آ رہا ہے کیونکہ وہ میثاق مدینہ کو بنیاد بنا رہے ہیں حالانکہ وہ ایک interim پیریڈ تھا۔جس میں نبی اکرم ﷺ نے آ کر جو ابتدائی کام کیے ان میں ایک یہ بھی ایک تھا کہ آپ ﷺ نے یہود کے ساتھ اور دوسرے قبائل کے ساتھ معاہدے کیے۔ کیونکہ ابھی اسلام مکمل طور پر غالب نہیں ہوا تھا۔اسی وجہ سے وہاں آپ کی عدالت کے ہوتے ہوئے بھی ساتھ یہود کی عدالتیں بھی چل رہی تھیں۔اسی لیے تو منافقین کی سرزنش کی گئی تھی کہ وہ کبھی ادھر آتے ہیں اور کبھی اُدھر چلے جاتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: اس وقت عرب میں مکہ کی حیثیت ام القریٰ کی تھی۔یعنی وہ اس وقت وہاں کا دارالحکومت تھا۔ جب تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا تو اس سے پہلے آپ اسے ریاست مدینہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ ہجرت کی تھی تو اس وقت مدینہ کے لوگوں کے ساتھ

> اگر صرف دنیوی ترقی ہی مقصود ہے تو پھر اسکینڈے نیوین ممالک میں بہت اچھے نظام ہیں۔جبکہ دین اسلام پوری زندگی یعنی دنیا اور آخرت کو ملا کر ایک پیکج ڈیل ہے

آپ ﷺ نے ایک معاہدہ کیا تھا جس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ جب آپ ﷺ مکہ فتح کر لیں گے تو پھر بھی آپ ﷺ مدینہ میں ہی قیام کریں گے۔یہی وجہ تھی کہ بعد میں بھی اسلامی سلطنت کا دارالحکومت مدینہ ہی رہا تھا۔ اس وجہ سے اس کو ریاست مدینہ کہا جاتا ہے۔

سوال: ریاست مدینہ کے خدوخال کیا ہیں؟

شجاع الدین شیخ: جب ہم ریاست مدینہ کی بات کرتے ہیں تو ہمارا ذہن نبی کریم ﷺ کی طرف جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، اللہ نے دین کی تکمیل کا اعلان ان پر فرمایا اور 23 برس کی جدوجہد کر کے انہوں نے وہ ریاست قائم کی جہاں اللہ کے احکامات نافذ ہوئے اور اللہ پر ایمان اس کی بنیاد تھی۔ یعنی ریاست مدینہ وہ نظریاتی ریاست تھی جو ایمان کی بنیاد پر قائم ہوئی۔دوسرا اصول جو سورۃ الحجرات میں آتا ہے کہ

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱﴾﴾ (الحجرات) ’’اے اہل ایمان مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان معاملات میں کوئی تخصیص نہیں بلکہ تمام کے تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کے پابند ہیں۔جب ہم پاکستان کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو خوش قسمتی سے یہاں قرارداد مقاصد موجود ہے۔جو 1949ء سے آئین کا حصہ ہے جس میں ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اس ملک میں حاکمیت اللہ کی ہوگی اور کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے خلاف نہیں کی جائے گی۔تیسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو ریاست مدینہ قائم کی اس کا منشور بھی اللہ نے ہمیں عطا فرمایا:

’’وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔‘‘ (الحج:41)

اس کے بعد قرآن میں مزید تفصیل ہے کہ اسلامی ریاست کا معاشی ڈھانچہ، معاشرتی ڈھانچہ، اس کا تعلیمی نظام، اس کا عدالتی نظام کیسا ہوگا۔پھر قانونی مساوات اور غیر مسلموں سے تعلقات کے معاملات، عورتوں کے حقوق تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔

سوال: ان خدوخال کو سامنے رکھتے ہوئے عمران خان کا تصور ریاست مدینہ کیا ہے؟

شجاع الدین شیخ: اس حوالے سے دو باتیں ہیں۔ایک یہ کہ ہمارے حکمران زبان سے تو ایسی باتیں کرتے ہیں۔عمران خان اپنی تقریروں میں

﴿اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ○﴾

’’ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور ہم صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے۔‘‘

اور

﴿لَقَدۡ كَانَ لَـكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

’’(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے‘‘ (الاحزاب:21)

ایسی آیات کا حوالہ دیتے رہے ہیں۔اس پر ہم ان کی تعریف کرتے ہیں۔دوسری طرف ان کی تحریک صرف دونکتوں پر فوکس رہی۔یعنی کرپشن کا خاتمہ اور معاشی انصاف۔ہم ان کی ان باتوں کو appreciate کرتے ہیں لیکن بہرحال ان کے اس تصور میں بڑی محدودیت ہے کیونکہ جب ہم ریاست مدینہ کی بات کریں گے تو اس میں بالادستی اللہ کے قانون کی ہوگی۔اللہ کے نبی ﷺ نے معاشی انصاف کے لیے بھی راہنمائی عطا فرمائی ہے لیکن آپ ﷺ نے قانونی مساوات بھی عطا فرمائیں۔جہاں

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے تو اس کا بھی میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دوں گا۔ وہیں آپ ﷺ نے معاشرتی احکامات بھی ہمیں سمجھائے۔ سورۃ النور کی آیات 30 اور 31 میں عورتوں کے ستر و حجاب کے احکامات ہیں، ان کے لباس کا معاملہ ہے۔ اسی طرح سورۃ الاحزاب کی آیات:53 اور 59 میں حجاب کا ذکر ہے اور عورتوں کے لیے پردے کے احکامات ہیں۔ یعنی ہمارا دین ہمیں زندگی کا پورا پیکج عطا کرتا ہے۔ جبکہ ہمارے حکمرانوں کا اس حوالے سے تصور محدود ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اللہ اس حکم کے مطابق کہ ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص﴾ ''اور تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو۔'' (المائدہ:2)

اور حدیث شریف کے مطابق کہ دین تو خیر خواہی کا نام ہے حکمرانوں کے گوش گزار کرنا چاہیے کہ آپ کا ریاست مدینہ کا ذکر کرنا تو بہت مبارک ہے البتہ اس کا ایک مکمل پیکج ہے جس پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کے لیے ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا۔ جس کے بارے میں اقبال کی بھی خواہش تھی کہ ہم اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ اسی طرح قائداعظم نے بھی فرمایا تھا کہ میرا ایمان ہے کہ پاکستان کا قیام رسول اللہ ﷺ کا خصوصی فیضان ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ خلافت راشدہ کے اصولوں کو سامنے رکھ کر عہد حاضر کی اسلامی ریاست کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔

سوال: تنظیم اسلامی اس حوالے سے مہم چلا رہی ہے لیکن لوگ یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ ابھی حکومت کو سنبھلنے کا موقع تو دو۔ لوگوں کا یہ اعتراض کیسا ہے؟

شجاع الدین شیخ: تنظیم اسلامی نے اس سے پہلے انسداد سود مہم بھی چلائی تھی جب ایک جج صاحب نے سود کے حوالے سے منفی ریمارکس دیے تھے۔ اس وقت تنظیم اسلامی کی اس مہم کو علماء، عوام و خواص اور بعض حکومتی طبقات میں پسند کیا گیا تھا۔ تنظیم اسلامی تو ملک میں اقامت دین کے لیے کھڑی ہوئی ہے۔ لہٰذا داعی دین تو موقع کی تلاش میں ہوتا ہے۔ اب ہمارے حکمران نے ریاست مدینہ کے حوالے سے ایک مثبت بات کہی ہے اور ان کی تقریروں میں یہ بات بار بار آئی ہے تو ہم نے اس کو مثبت انداز سے لیا۔ کیونکہ جو بھی دینی جماعت ہوگی اس کے سامنے ایک اصول یہ بھی ہوگا کہ:

﴿تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾
''تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے۔''
(آل عمران:110)

چنانچہ تنظیم اسلامی جو کچھ کر رہی ہے وہ ملک اور قوم کی خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ہی کر رہی ہے لہٰذا اس کی اس مہم کو بھی مثبت انداز سے دیکھنا چاہیے۔ رہی یہ بات کہ حکومت کو کچھ مہلت دینی چاہیے تو اس حوالے سے ہمارا موقف یہی ہے کہ نیکی کے اندر تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ اس سے پہلے کہ حکومت پر لبرلز، انٹرنیشنل طاقتوں اور دیگر لوگوں کے پریشر وارد ہوں اور اس کے نتیجے میں حکومت اپنی اس بات سے پیچھے ہٹ جائے ہم یہ چاہتے ہیں کہ مثبت انداز میں ان کی بات کو appreciate کرتے ہوئے ریاست مدینہ کی طرف قدم بڑھانے کی درخواست حکومت کے سامنے رکھیں۔ کیونکہ ہمارے اسلاف کی یہی سنت ہے۔

سوال: کیا عمران خان 'ریاست مدینہ' قائم کرنے کے دعوے کو پورا کر سکیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ شاید وہ اپنے مقصد میں بیس پچیس فیصد تک کامیاب ہو جائیں اور ایسا نظام لے آئیں کہ جس میں کرپشن اور بددیانتی نہ ہو، انصاف ہو، میرٹ پر لوگوں کو نوکریاں ملیں اور لوگوں کو بنیادی روزگار دیا جائے۔ لیکن یہ واضح رہنا چاہیے کہ جو اسلامی ریاست حقیقتاً درکار ہے وہ صرف ان اقدامات سے وجود میں نہیں آئے گی اور مذکورہ بالا تبدیلی بھی صرف اس وجہ سے آ سکے گی۔ کیونکہ اس وقت پہلی مرتبہ پاکستان کے تمام ادارے ایک پیج پر ہیں۔ یعنی ہمیں انتظامیہ، عسکری قیادت اور عدلیہ میں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔ اگر ان کا یہ اتفاق جاری رہتا ہے اور عمران حکومت کو کچھ استحکام ملتا ہے تو یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے کہ ایسا نہ ہو سکے۔ اللہ کرے کہ وہ اس حوالہ سے کام کو کچھ آگے بڑھا سکیں اور اس کے بعد پھر کوئی ایسا مرد میدان آئے جو ملک کو حقیقی ریاست مدینہ بنانے کی طرف لے جائے۔ البتہ خلفائے راشدین والی ریاست یہاں انقلاب کے بغیر ممکن نہیں۔ سو فیصد خلافت راشدہ والی ریاست تو ممکن نہیں لیکن انقلاب سے ہم اس کے قریب پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف لگتا یہی ہے کہ ہماری بیوروکریسی پوری شدت سے اسے ناکام بنانا چاہتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہمیشہ پاکستان کو لوٹا ہے اور جتنی جائیدادیں ان کی ہیں اتنی تو سیاستدانوں کی بھی نہیں ہوں گی۔

سوال: کیا حقیقی ریاست مدینہ کا تصور ہمارے اداروں (انتظامیہ، عدلیہ اور اسٹیبلشمنٹ) کو قبول ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: اگر دیکھا جائے تو صحیح معنوں میں اسلامی ریاست عوام بھی نہیں چاہتے کیونکہ اس طرح ان کے دنیوی مفادات پر بھی زد پڑتی ہے۔ ہمارا حال یہ ہے ہم جن پر تنقید کرتے ہیں عملی طور پر انہی جیسا بننے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کرپشن کرنے والوں پر ہر کوئی تنقید کرتا ہے لیکن موقع ملنے پر وہی کام ہر کوئی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر لوڈ شیڈنگ ہو جائے تو عوام سڑکوں پر آ جائیں گے اور حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔ لیکن ریاست مدینہ کی تشکیل کے لیے عوام سڑکوں پر کبھی نہیں نکلیں گے۔

سوال: کیا اسلام کے مکمل نفاذ کے بغیر پاکستان کے معاملات سدھر سکتے ہیں؟

خورشید انجم: پاکستان اسلام کے نام پر بنا اور اس کی جو وجہ قیام ہے وہی وجہ جواز بھی ہے۔ اگر اسلام نہیں آئے گا تو پھر خاکم بدہن ''تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں''۔ لیکن یہاں پر اسلام صحیح انقلاب کے ذریعے ہی آ سکتا ہے ورنہ جو اس وقت لیپا پوتی ہو رہی ہے یہ بس چہرے ہی بدل رہے ہیں۔ جو ہم بچپن سے دیکھ رہے ہیں۔ ❀

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 40 سال، تعلیم ماسٹر، قد 5.3، صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لیے تعلیم یافتہ، دیندار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4355470

دعائے صحت کی اپیل

☆ ملتان شمالی کے ملتزم رفیق جناب نجم علی کی والدہ محترمہ بیمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

برائے عیادت: 0306-9262020

شرارِ بولہبی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہفتہ رفتہ میں امریکہ کی سائنسی ترقی کا اعلیٰ ترین، جدید ترین، قیمتی ترین ٹیکنالوجی کا شاہکار لڑاکا جنگی طیارہ، F-35 B افغانستان میں پہلی مرتبہ استعمال ہوا۔ طالبان کی نظر اسے کھا گئی۔ واپس امریکہ جا کر تباہ ہو گیا۔ 100 ملین ڈالر خاک میں مل گئے! جنگوں میں بھسم ہوتے ڈالروں میں مزید معاشی خسارے کا سامان ہو گیا۔ امریکہ کے لیے یہ جنگ نہ اگلے بن پڑ رہی ہے نہ نگلے۔ کھسیانے ہو کر پاکستانی کھمبا نوچ رہے ہیں۔ اس ضمن میں خود امریکہ کا باضمیر، باشعور طبقہ جھلا کر حقائق منہ پر دے مارتا۔ سچ بولتا ہے۔ (ہمارے ہاں ایسا سچ بولنے کی توفیق؟ بایدو شاید!) کاؤنٹر پنچ 2 اکتوبر میں ڈیوڈ سوانسن نے اس امریکی جنگ کے خوب لتے لیے ہیں۔ اس کے مطابق ایک شیر خوار تو 17 سالوں میں بہت کچھ جان سیکھ لیتا ہے۔ تاہم امریکہ نیٹو کی اس جنگ کو ہمارے ہاں بالغ عوام الناس سمجھنے، سیکھنے جاننے سے پھر بھی قاصر ہی رہے ہیں، اگرچہ تصور یہ ہے کہ امریکیوں کو جغرافیہ جنگوں کے ذریعے پڑھایا جاتا ہے۔ (اندازہ کیجیے!) پھر بھی بہت کم امریکی آج نقشے پر (انگلی رکھ کر) افغانستان کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بہت کم امریکی یہ جانتے ہیں کہ یہ جنگ ابھی تک جاری ہے!

جن امریکی عوام کو دہشت گردوں سے بچانے کے لیے یہ جنگ (اور اس کے نتیجے میں پوری مسلم دنیا کے ممالک جنگ کی آگ میں جھونکے گئے) چھیڑی گئی، وہ لاعلمی اور عدم دلچسپی کے کس عالم میں ہیں۔ یہ جو ہمارے ہاں تعلیم، معلومات، شعور بارے احساس کمتری کی فصلیں کاشت کر کے سینہ کوبی کی جاتی ہے، خود کو، اپنی قوم کو اجڈ، ان پڑھ باور کروایا جاتا ہے۔ حقیقت حال خود امریکی کی زبانی جان لیجیے۔ نقشے سے نابلد ہونے کا عالم تو یہ تھا کہ گوروں کے اس دیس میں ہم نے جب خود کو پاکستانی کہہ کر متعارف کروایا، عوام الناس کو مکمل لاعلم پایا۔ اگرچہ امید ہے افغانوں نے اب کچھ نہ کچھ جغرافیہ (روس کی طرح) امریکیوں کو پڑھا ہی دیا ہوگا۔ فوجی زخمیوں، معذوروں، ذہنی مریضوں، لاشوں کے ذریعے، ورنہ پاکستان کو ہمیشہ وہ یہ کہتے: اچھا آپ کا مطلب ہے ہندوستان!

یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ڈیوڈ سوانسن کا مرثیہ جنگ یہ ہے کہ اس سے افغانستان کو پہنچنے والے نقصانات کا احاطہ کرنا بھی ناممکن ہے۔ امریکہ کی اخلاقی ذمہ داری صرف ایک ہے کہ وہ وہاں سے نکل جائے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ وہاں وارلارڈز سے یہ طے کرتا پھرے کہ افغان عوام کا مستقبل کیا ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے کہ میں آپ کا گھر توڑ کر اندر گھس آؤں۔ آپ کے اہل خانہ کو مار ڈالوں، فرنیچر توڑ دوں۔ اب میرا اخلاقی فرض یہ نہیں ہے کہ میں رات یہیں گزار کر مقامی گماشتوں سے آپ کی قسمت کا فیصلہ کرواؤں۔ میری اخلاقی اور قانونی ذمہ داری یہ ہے کہ میں نکل کر خود کو قریب ترین تھانے کے حوالے کر دوں! لیکن قریب ترین تھانہ؟ عالمی عدالت انصاف سے یہ توقع کرنا کہ وہ امریکہ کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کرے، عبث ہے! اس جنگ نے مصیبتوں کے مارے، افلاس زدہ ملک کو پہلے سے سوگنا بدتر حالت میں پہنچا دیا ہے۔ لاکھوں لوگ مارے گئے۔ آدھی دنیا کو ہلا مارا، مہاجرین کے شدید بحران سے دوچار کیا!

جھوٹ، دجل، فریب کی ماری دنیا میں یہ واشگاف حق کی گواہی! اللہ ڈیوڈ کو مکمل حق تک رسائی دے کر داؤد بنا دے۔ (آمین!) ورنہ مسلمان تو آج بھی اس پرائی جنگ اور اس جیسی مسلم دنیا پر برستی جنگوں کے کوڑے دم سادھے دیکھ رہا ہے۔ مشقِ ستم بننے والوں کو دہشت گرد قرار دے رہا ہے۔ مسلم دنیا کے بدلے طوفانوں کے ذریعے چکائے جا رہے ہیں۔ امریکہ کا سب سے بڑا بحران اڈا (نارتھ کیرولینا میرین بیس) طوفان فلورنس کی زد میں رہا۔ گھر برباد، بجلی، فون معطل، رائٹرز کی رپورٹ کے مطابق پانی کے سیلابی ریلوں، خوفناک طوفانی ہواؤں نے پیچھے ٹوٹے گھر، گری چھتیں، بدبودار پانی چھوڑ دیا۔ جن کی بحالی کے لیے طویل وقت درکار ہے۔

ادھر ٹرمپ چین سے تجارتی جنگ بازی، افغان جنگ کے لاینحل مسئلے کے گدھے سے گر کر بے چارے کمہاروں پر غصہ نکال رہا ہے۔ کہاں شاہ سلمان کے ساتھ ریاض میں رقص کناں ٹرمپ، اربوں ڈالر کے تحفے وصول کرتا، اربوں ڈالر کے معاہدے کرتا، امریکیوں کی معاشی بحالی کے سنہرے سودے کرتا سعودی عرب میں کھلاتا (ہمارے سینوں پر مونگ دلتا) پھر رہا تھا۔ محمد بن سلمان اور ٹرمپ کے داماد کی گہری دوستی، اسرائیل کی راہیں ہموار کر رہی تھی۔ اور اب؟ ٹرمپ گرجتا برستا سعودی شاہ کو دھمکا رہا ہے کہ تم امریکی پشت پناہی کے بغیر دو ہفتے بھی نہیں رہ سکتے۔ مشرق وسطیٰ میں اپنے قریب ترین اتحادی کی، تیل کی قیمتوں پر 82 سالہ شاہ کی بانہہ مروڑتے ہوئے غرایا ہے کہ یہ تیل کی بھاری قیمت وصول کر کے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ انہیں ہماری طرف سے حاصل عسکری، دفاعی تحفظ کے لیے اپنا حصہ ادا کرنا ہوگا۔ ٹرمپ کی نگاہ اب بھی مسلم وسائل پر جمی ہے۔

عالمی غنڈہ گردی میں امریکہ نیٹو روس کا کردار اظہر من الشمس ہے۔ بشار الاسد جیسے خونخوار جنگی مجرم کی شام میں پشت پناہی انسانیت کے خلاف گھناؤنا جرم ہے۔ شامی جیلوں کی رپورٹ، ملک شام کی تباہی سے کچھ کم سنگین درندگی نہیں۔ صرف ستمبر میں 22 افراد کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ انسانی حقوق کے اداروں کی رپورٹوں کے مطابق تشدد کے غیر انسانی ہتھکنڈے، بیمار اور زخمی قیدیوں کو بلا علاج سسک تڑپ کر مرنے کے لیے چھوڑ دینا۔ 3 سالوں کے دوران 7 ہزار افراد کو جیلوں میں قتل کیا گیا۔ 80 ہزار افراد کو اسد کے حامی جتھوں نے جبری اغوا کر کے ہلاک کیا یا عقوبت خانوں میں ٹھونسا۔ چور مچائے شور۔ دہشت گردی کے اس دجل وفریب تلے بڑی قوتوں نے انسانیت پر وہ ظلم ڈھائے ہیں جن کے لیے قیامت پر ایمان خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ وہ دن کیوں نہ آئے جب گن گن کر لمحے لمحے کی اذیت، آہوں، کراہوں، دکھوں کا بدلہ چکایا جائے۔ بے گناہوں، مظلوموں کی داد رسی تو بالآخر ہونی ہی ہے۔ یہ مناظر صرف شام کے تو نہیں۔ پوری مسلم دنیا کے اہل دین کو اس آزمائش کا سامنا ہے، جس میں عورتوں، بوڑھوں کا بھی لحاظ نہیں۔ دوقومی نظریہ

پوری دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ظلم درندگی کو چھوتا نظام کفر، بالمقابل اہل حق (درمیان میں اپنی کھال بچانے والے ریوڑ در ریوڑ) سارے معرکے دو نظریات کے درمیان ہی ازل تا ابد رہے ہیں۔ اور رہیں گے۔ چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی کی ستیزہ کاری سے کوئی دور خالی نہ تھا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد مسلم دنیا کے مناظر، طریقِ واردات، دنیائے مغرب کی نفسیات۔ کچھ بھی تو مختلف نہ تھا۔ پھر مسلم دنیا کے حصے میں آنی والی قیادتیں بھی آج جیسی ہی تھیں! صرف نام بدلتے رہے۔ نمونے کے لیے تیونس میں حبیب بورقیبہ کا ورود دیکھئے! 1930ء میں فرانسیسی استعماری نشے میں چور شمالی افریقہ کی فتوحات کا 100 سالہ جشن منانے کو تیونس میں (مسلمانوں کی حساسیت بھلا کر) لاکھوں یورپی، صلیبی سپاہوں (صلیبی جنگوں کی یادگار) کی ہیبت بنائے دار الحکومت میں آ دھمکے۔ وہاں وہ مذہبی رسم (Eucharist) ادا کی جس میں ان کے عقیدے کے مطابق مسیحؑ خود تشریف لاتے ہیں۔ مسلم عوام یوں دیدہ دلیرانہ اپنی زمین پر قومی جذبات مجروح ہونے پر بھنا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ مظاہروں اور قوم پرستانہ جذبات کا فائدہ اٹھا کر حبیب بورقیبہ نے مقبولیت حاصل کر لی۔ صالح بن یوسف کے مقابل سیکولر بورقیبہ کو استعمار نے پنپنے دیا کہ وہ کم تر برائی تھا فرانسیسیوں کی نظر میں۔ جو فرانس ہی کا تعلیم یافتہ، وہاں سے 1927ء میں اپنی فرانسیسی گرل فرینڈ (بیوی نہیں) اور اس سے اپنے بیٹے کے ساتھ تیونس آیا تھا۔ اپریل میں بچہ پیدا ہوا۔ اگست میں اس کی ماں سے شادی کی۔ قوت پکڑتے ہی تعلیمی نظام پر ہاتھ ڈالا۔ قرآن نکال کر مغربی سیکولر تعلیم نصابوں میں پرو دی۔ مارچ 1964ء میں ٹیلی وژن پر ماہ رمضان کی دوپہر مالٹے کا جوس پیا اور اعلان کیا کہ روزہ ملک کی اقتصادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ نیز نبی ﷺ کے حوالے سے ایک ایسی تقریر کی جو لبنانی اخبار میں چھپی۔ اس پر شیخ بن باز، سعودی مفتی اعظم نے اس پر ارتداد کا فتویٰ جاری کیا۔ سو کچھ بھی تو نیا نہیں۔

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اسد اللّٰہی، وہی مرحبی، وہی عنتری

سو یوم التغابن تک یہ امتحان تو جاری رہنا ہے۔ امتحان انفرادی ہے۔ (گو نتائج بعض اوقات اجتماعی طور پر بھگتنے پڑ جاتے ہیں) اللہ کے حضور ادارے، جماعتیں کھڑی نہیں ہوں گی۔ فرداً فرداً رب تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونا ہے۔ منظر دیکھ لیجئے۔ صرف ایک سانس، ایک ہچکی کا فاصلہ ہے۔ اس وقت وہ کہیں گے: کاش ہم نے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔ اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہِ راست سے بے راہ کر دیا۔ اے رب انہیں دوہرا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت کر۔ (الاحزاب: 66 تا 68) ایسا نہ ہو خدانخواستہ:

جنہیں منزلوں پہ خبر ہوئی کہ یہ راستہ کوئی اور ہے!

❁❁❁

مکتوب

محترم ومکرم جناب مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی!

آپ کی طرف سے 18 اکتوبر کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والی قومی مشاورتی کانفرنس کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ یاد آوری پر تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محترمی ومکرمی! مؤدبانہ گزارش ہے کہ حالیہ انتخابات کے فوراً بعد جبکہ ایم ایم اے انتخابی میدان میں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر سکی' اِس طرح کی APC سے ہماری دانست میں محض نئی حکومت کی مخالفت کا ایک منفی تاثر پیدا ہوگا۔ ہماری رائے میں فی الحال حکومت کو موقع دینا چاہیے۔ انتخابات میں ناکامی کے معاً بعد مذہبی جماعتوں کی طرف سے نئی حکومت کے خلاف اُٹھایا گیا کوئی بھی قدم عوام کو یہی تاثر دے گا کہ یہ سب کچھ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے حوالے سے نہیں' بلکہ اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پہلے ہی مذہبی جماعتوں کے حوالے سے یہ تاثر عام ہے کہ ان کا اصل ہدف اسلام نہیں' اسلام آباد ہے۔ ہماری رائے میں مذہبی جماعتوں کو انتخابی سیاست سے الگ تھلگ رہ کر صرف اور صرف اسلام کے نفاذ کے لیے اسی انداز سے جدوجہد کرنا مفید ہوگی جس کا تعین اپریل 2010ء میں اکابر دیوبند نے جامعہ اشرفیہ میں منعقدہ تین روزہ اجلاس کے اختتام پر کر دیا تھا' اور اس کا اعلامیہ بھی شائع کر دیا گیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مذہبی جماعتیں اسی نہج پر اپنی سعی وجہد کو اسلامی نظام کے قیام کے حوالے سے آگے بڑھائیں تو ہماری جماعت آپ کی قیادت میں ہر قسم کی جانی ومالی قربانی دینے کے لیے تیار ہوگی۔ پھر ظاہر ہے پاکستان کی نظریاتی سرحدیں محفوظ ہو جانے سے ختم نبوت اور دیگر اسلامی اقدار کے حوالے سے کوئی مسئلہ باقی نہیں رہے گا' اور نہ ہی کوئی دینی مدارس کو میلی آنکھ سے دیکھ سکے گا۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ مذہبی جماعتوں کا ایک ایسا زوردار پریشر گروپ وجود میں آئے جس کی تمام تر توانائیاں ریاستی سطح پر کامل نفاذِ اسلام کے لیے وقف ہوں اور ہم عوام کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جائیں کہ ہمارا اصل ہدف نفاذِ اسلام ہے' اسلام آباد نہیں۔

ازراہِ کرم ''قومی مشاورتی کانفرنس'' میں ہماری شرکت سے معذرت قبول فرمایئے!

والسلام مع الاکرام

(حافظ عاکف سعید)
امیر تنظیم اسلامی

ریشمی رومال تحریک: مغربی صحافی کے مضمون کا جواب

ڈاکٹر محمد جاوید

8دسمبر 1916 کے ڈان اخبار میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا Conspiracy in silk یہ مضمون ایک مغربی صحافی اوون بینیٹ جونز نے تحریر کیا۔ یہ مضمون دراصل تحریک ریشمی رومال کے تناظر میں تحریر کیا گیا، یہ تحریک ہندوستان میں انگریزی سامراجی تسلط کے خلاف چلنے والی آزادی کی تحریک تھی جس کی قیادت مسلمان علماء کے ہاتھ میں تھی۔ اس مضمون پہ تبصرہ سے پہلے ذیل میں اس مضمون کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''ایک صدی قبل ملتان میں انگریزی راج قائم تھا، پنجاب کے حکومتی حکام نے ایک پیغام رساں کو حراست میں لیا جس کا نام عبدالحق تھا۔ وہ زرد رنگ کے تین خطوط کے ہمراہ کابل سے سفر کرتے ہوئے آیا تھا۔ ان خطوط کو اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی تہوں میں سلوا کر چھپایا ہوا تھا۔ آغاز میں انگریز حکام نہیں جانتے تھے کہ ان خطوط کا کیا کرنا ہے، یہ خطوط صاف اور تقریباً خامیوں سے پاک اردو میں تحریر کیے گئے تھے جن میں انگریز حکومت کے خاتمے کا منصوبہ بیان کیا گیا تھا۔ ملتان کے کمشنر نے انہیں ایک بچگانہ حرکت قرار دے کر رد کر دیا۔ لیکن اس کے کچھ ساتھیوں کا نقطہ نظر ان خطوط کے بارے میں یکسر مختلف تھا۔ آنے والے ماہ وسال میں ان خطوط کے بارے میں انگریز نوآبادیاتی (سامراجی) حکام کی طرف سے ہزارہا صفحات پہ مشتمل تجزیے منظر عام پہ لائے گئے۔ انہوں نے کوشش کی کہ ان خطوط کو برصغیر میں انگریز سامراج کی حکمرانی کے مستقبل کے طور پہ سمجھا جائے۔ ان خطوط میں سے دو خطوط سکھ سے مسلمان ہونے والے اور دیوبند سے فارغ التحصیل عبیداللہ سندھی نے تحریر کیے تھے۔ وہ کابل اس امید پہ گیا تھا کہ وہ عالمی سطح پہ مدد اکٹھی کرے، اُن کا یہ خیال تھا کہ عالمی سطح پہ مسلمانوں کی اجتماعی کوشش سے انگریز کا تختہ الٹا جا سکتا ہے۔ لیکن افغانوں کی طرف سے مایوس کن جواب کے بعد اس نے قلم اور ریشم سنبھالا اور بہتری کی امید کے ساتھ، مدرسہ دیوبند کے مہتمم محمود حسن کی حوصلہ افزائی سے ترکی، استنبول کا سفر کیا۔ دونوں افراد (سندھی اور محمود حسن) کا آپس میں خاص تعلق ابھی تک واضح نہیں ہے، بعض کے مطابق اس پورے منصوبے کا لیڈر محمود حسن تھا اور سندھی کو اپنی مرضی پہ چلنے پہ آمادہ کیا۔ دوسری طرف سندھی بہت زیادہ ارادے کا پختہ آدمی تھا اس نے تذبذب کا شکار حسن کے ساتھ اس کی اسکیموں کے مطابق چلنا شروع کیا۔ اس معاملے کی اصل سچائی جو بھی ہو، ہر ایک اس امر پہ متفق ہو سکتا ہے کہ دونوں کے منصوبے شاندار تھے۔

ریشمی خطوط کی صدا تھی کہ ایک اتحاد مسلمان باشاہوں کے درمیان قائم ہو۔ یہی ایک موثر طریقہ تھا ہندوستان کے کافروں (انگریز سامراج) کو سزا دینے کا۔ یہ تصور نہ صرف بڑی مسلمان طاقتوں کے نمائندوں تک پہنچایا گیا بلکہ برطانیہ کے پہلی جنگ عظیم کے دشمنوں تک بھی پہنچایا گیا جیسا کہ جرمنی۔ ہتھیاروں کی محفوظ نقل و حمل سے انڈیا میں بغاوت شروع کی جا سکتی تھی۔ محمود حسن کی عمومی قیادت کے تحت اور قیادت بھی تھی جس کا تعلق قسطنطنیہ، تہران، کابل اور خود ہندوستان سے تھا۔ گیارہ فیلڈ مارشل اور کئی کرنل اس جدوجہد کی قیادت کرتے اور انگریز کو ہندوستان سے نکال باہر کرتے۔ لیکن یہ منصوبہ انگریز حکام نے شروع ہونے سے قبل ہی ختم قرار دیا۔ خطوط کی برآمدگی کے بعد انگریز نے انتہائی عجلت میں کئی اہم منصوبہ سازوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ نائن الیون کے بعد ہتھیار ڈالنے کے پروگراموں سے دلچسپ مماثلت رکھتا ہے، محمود حسن کو مکہ سے قاہرہ لایا گیا اور تفتیش کے بعد مالٹا جزیرے پہ بھیج دیا گیا یہاں تک کہ جنگ عظیم ختم ہو گئی۔ انگریز حکام نہیں چاہتے تھے کہ ان کو ہندوستان ہی میں قید رکھا جائے کیونکہ اس سے مسلمانوں کے اندر انگریز (سامراج) کے خلاف مزید نفرت پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ سو سال گذرنے کو ہیں، اس معاملے کو دیکھتے ہوئے بہت ہی مختلف تشریحات سامنے آتی ہیں کہ اصل میں کیا ہوا تھا۔

انگریزی مواد آج تک اسے ریشمی رومال سازش قرار دیتا ہے جو انگریز حکومت کے مخالف ہیں وہ تحریک ریشمی رومال کہتے ہیں۔ بہت سارے جو مغرب میں اسلامی بنیاد پرستی سے فکر مند ہیں وہ اس کو 1916ء کے دیوبندی جنہوں نے متشدد جہاد کی وکالت کی اور جو آج کر رہے ہیں یکساں تناظر میں دیکھتے ہیں۔ تاہم ہندوستان کی موجودہ حکومت اس کو مختلف انداز سے لیتی ہے۔ اس معاملے کو مسلمانوں کی ہندوستان کی آزادی کے لیے متحدہ جدوجہد قرار دیتی ہے۔ 2013 میں بھارتی حکومت نے تحریک ریشمی رومال کو ہندوستان کی قومی آزادی کی تحریک کے طور پہ اپنا حصہ ڈالنے کی یاد میں ایک ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ اس تعریف و توصیف سے ہندوستان میں موجود دیوبندیوں نے مسرت کا اظہار کیا، ان کے تاریخ دان اس پہلو کو زیادہ اہمیت سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے آباواجداد نے انگریز سامراج کا تختہ الٹنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا۔ لیکن ان کی کتابوں میں اس معاملے میں عصری صداؤں کے لیے ایک دوسرا سبق بھی ہے: کہ اسلامی تحریکیں یکجہتی نہ ہونے کی وجہ سے کمزور ہو رہی ہیں۔ لیکن شاید انتہائی اہم پہلو یہ ہے کہ ریشمی رومال خطوط کس نظر سے دیکھے گئے، اور اب تقابل کریں تو جو زبان انگریز سامراجی حکام نے ایک صدی پہلے استعمال کی تھی اور آج پاکستانی کرتے ہیں۔ دستاویزات ظاہر کرتے ہیں انگریز سامراجی حکام نے ان خطوط پہ صفحہ در صفحہ سرکاری تبصرہ میں ان مذہبی علماء کے بارے میں اپنے خوف کا اظہار کیا جو لوگوں کے جذبات ابھارتے ہیں۔ جیسا کہ ایک سرکاری عہدیدار نے لکھا: یہ ممکن ہے، شاید ایسا نہ ہو، وہ وقت آ سکتا ہے جب مسلسل جہاد کا پرچار کرنے والے ہندوستان میں اور سرحد پار بڑی تعداد کو متاثر کریں جیسے یہ انفرادی سطح پہ کر چکے ہیں۔

برٹش کرمنل انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس منصوبے نے افغانستان کے سرحدی قبائل میں مذہبی جنونیت کو بڑھا کر، بھکانے والی تعلیمات اور دوسرے لفظوں میں انگریز کے خلاف نفرت بڑھا کر انگریزوں کی حکمرانی کو ختم کیا۔

ان الفاظ کو بدل دو: جنونیت کو انتہا پسندی کے ساتھ اور انگریز حکومت کو پاکستانی حکومت کے ساتھ اور تم مغربی سیاستدان کو آج غور سے سن سکتے ہو آئی ایس پی آر کا بیان نیشنل ایکشن پلان کے بارے میں سن سکتے ہو۔'' (یہاں مغربی صحافی کا کالم ختم ہوا)

یہ مضمون اس لیے مجھے اہم لگا کیونکہ مغربی مستشرقین کی عام روش کے مطابق اس میں بھی ایک سعی ناکام کی گئی کہ اس تحریک کو جو کہ ہندوستان میں ایک غیر ملکی سامراجی تسلط کے خلاف قومی آزادی کی نقیب تھی کو ایک مذہبی انتہا پسندی یا مذہبی جنونیوں کی تحریک کے طور پہ پیش کر کے

اسے عصر حاضر میں اسلام کے نام پہ قتل وغارت گری کرنے والے گروہوں سے نظریاتی طور پہ جوڑ دیا جائے۔ مجھے یہ تحریر اسی سامراجی سوچ کا تسلسل نظر آتی ہے جب انگریزی سامراجی غلامی کے خلاف کام کرنے والے مسلمان گروہوں کو مذہبی جنونی اور انتہا پسند قرار دیا جاتا رہا ہے، جو سامراجی مفادات کے تابع قومی آزادی کا سودا کرتے رہے انہیں اعتدال پسند قرار دیا جاتا رہا۔ انگریزی اقتدار کے زمانے میں بھی ایک سول سروس کے انگریز ملازم جس کا نام ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر تھا، نے "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کے نام سے انگریز کے خلاف چلنے والی تحریکوں کے بارے کچھ اس طرح کے خیالات کا اظہار کیا تھا جو آج اکیسویں صدی میں ایک انگریز صحافی Jones Owen Bennett کر رہا ہے۔ جس طرح سے اس نے سید احمد شہیدؒ کی تحریک کو وہابی تحریک کا نام دے کر بدنام کیا اور اسے مذہبی جنونی قرار دیا۔ اسی طرح آج اسی سیاسی تحریک کو جس کا تسلسل ریشمی رومال تحریک تھی اس کو عصر حاضر میں قتل وغارت گری کرنے والے سامراجی آلہ کار گروہوں سے نظریاتی طور پر جوڑنے کی مذموم کوشش کی گئی۔ اس مضمون کے لکھاری صحافی شاید تاریخ کے مطالعہ سے نابلد ہیں یا جان بوجھ کر انہوں نے روایتی تعصب کا مظاہرہ کیا۔

یہاں میں مختصراً تاریخ کے ان گوشوں پہ روشنی ڈالنا چاہوں گا، جن کو اگر British Consipracy against Great India یعنی عظیم ہندوستان کے خلاف سازش قرار دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ سازش مسلمان حکمرانوں کے خلاف کی گئی کیوں کہ گزشتہ کم وبیش آٹھ سو سال سے وہ ہندوستان کے حکمران تھے اور انہوں نے اسے سونے کی چڑیا بنایا۔ انگریزوں نے ہر سطح پہ سازشیں کر کے مسلمانوں سے اقتدار چھینا، اور تقریباً ڈھائی سو سال میں معاشی و اقتصادی استحصال کے ذریعے اس سونے کی چڑیا کو کنگال بنایا۔

ذیل میں انگریز مصنف ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر ہی کے الفاظ میں اس حقیقت کو پیش کرنا چاہتا ہوں جس کا اوون بینیٹ جونز نے شاید مطالعہ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ ذیل میں ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر کے وہ بیانات پیش خدمت ہیں جس سے با آسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ انگریزی سامراج کا سب سے پہلا اور اہم ترین نشانہ کون تھے:

1۔ مسلمان شہنشاہ کی ظاہری برتری کو مٹانے سے بہت پہلے ہم نے مسلمان حاکموں کو برطرف کرنا شروع کر دیا تھا۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان، اقبال اکیڈمی، 1940ء، ص 205)

2۔ 1864ء میں ہم نے دلیرانہ قدم اٹھایا۔ میرے خیال میں یہ اقدام بڑا ہی غیر دانشمندانہ تھا یعنی مجلس قوانین ساز کے ایک ایکٹ کے ذریعہ ہم نے تمام مسلمان قاضیوں کو برطرف کر دیا اس قانون نے نئی ہندوستانی سلطنت کی اس عمارت کو مکمل طور پر دارالحرب میں بدل دیا۔ (ایضاً، ص 206 سے 205)

3۔ مسلمانوں کی حیثیت یک قلم تبدیل ہوگئی اور موجودہ نسل اس تبدیلی کی مطلق ذمہ دار نہیں بجائے اس کے کہ وہ ہندوستان کے مالک ہوتے ان کے حقوق چھین لیے گئے جن کا اب ان کو دوبارہ حاصل کرنا ضروری ہو گیا۔ (ایضاً ص 206)

4۔ ہندوستانی مسلمان برطانوی حکومت کو غفلت، بے اعتنائی کا مجرم، جذبات، شجاعت سے معرا اور سرمایہ میں کمپنیوں کی طرح بددیانتی سے کام لینے والے اور دیگر بڑی ناانصافیوں کا جن کا سلسلہ سو سال تک پھیلا ہوا ہے مرتکب ٹھہراتے ہیں۔ (ایضاً ص 220)

5۔ یہ وہ قوم ہے (مسلمان) جسے برطانوی حکومت کے ماتحت تباہ و برباد کر دیا گیا ہے (ایضاً ص 226)

6۔ ہم نے بنگال میں قدم رکھا تو مسلمانوں کے ملازمین کی حیثیت سے لیکن اپنی فتح ونصرت کے وقت ان کی مطلق پرواہ نہیں کی، اور نو دولتیے طبقے نے گستاخانہ ذہنیت کے ساتھ اپنے سابق آقاؤں کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ (ایضاً ص 220)

7۔ ہم ان متواتر اور مسلسل ناانصافیوں کے احساس کو دور کریں جو انگریزی حکومت کے ماتحت مسلمانوں کے اندر پیدا ہو گیا ہے (ایضاً ص 219)

8۔ یہ (مسلمان) وہ قوم ہے جس کی روایات بہت شاندار ہیں مگر جس کا اس کے باوجود کوئی مستقبل نہیں اگر اس قوم کی تعداد تین کروڑ ہے تو یہ محض اس قوم کے لیے ہی نہیں بلکہ اس کے حاکموں کے لیے بھی ایک بہت ہی اہم سوال ہے۔ (ایضاً ص 226)

9۔ اسی طرح ایک اور انگریز اکابر مسٹر لیکی کو یہ کہنا پڑا اگر دنیا میں کوئی بغاوت حق بجانب کہی جا سکتی ہے تو وہ ہندوستان کے ہندو، مسلمانوں کی ہے۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی، مطبوعہ یوپی انڈیا، ص 50)

اس حقیقت کو مورخ کبھی نہیں چھپا سکتا کہ انگریزی سامراج نے جو سازشیں اور جنگ مسلمانوں کے خلاف شروع کی، انہیں تباہ و برباد کیا، اب اس جنگ کو یقیناً آگے بڑھنا تھا، مسلمان اس وقت قائدانہ کردار ادا کر رہے تھے، کیونکہ اقتدار ان کے ہاتھ سے چھینا گیا تھا، اور انہیں براہ راست انگریزی سامراجی مظالم کا شکار ہونا پڑا تھا۔

یہاں اس پہلو کی بھی وضاحت کر لوں کہ اورنگزیب عالمگیر کے بعد مسلمانوں کے اقتدار میں بھی بہت ساری ایسی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں جنہیں عصری تقاضوں کی روشنی میں درست کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ سیاسی نظام کی ان خرابیوں کی نشاندہی اس وقت شاہ ولی اللہؒ نے کی۔ اور مختلف عنوانات سے انہوں نے ان خرابیوں کو دور کرنے کا حل بھی پیش کیا، لیکن ابھی اس حوالے سے کوئی باقاعدہ سیاسی جدوجہد کا آغاز ہوتا کہ انگریزوں کی مداخلت نے اس کا موقع نہیں دیا، لہٰذا شاہ ولی اللہؒ کے مرکز سے انگریزوں کی مداخلت اور ان کی ریاست کے خلاف سازشوں کے خلاف پورے ہندوستانی قوم کی آواز بنتے ہوئے ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز نے انگریزوں کے خلاف دار الحرب کا فتویٰ دے دیا، اور مسلمانوں کو بالخصوص یہ پیغام دے دیا کہ وہ آزادی کی جدوجہد ایک مذہبی فریضہ کے طور پہ انجام دیں۔ اس فتوے کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں اور مرہٹوں میں عداوت ختم ہوئی اور انہوں نے کھل کر انگریزوں کے خلاف لڑنا شروع کیا، مسلمان مرہٹوں کی فوج میں شامل ہوئے، شاہ عبدالعزیز نے اپنے معتمد سید احمد کو امیر علی خان سنبھلی کے پاس بھیجا جو اس وقت جسونت رائے ہولکر کے ساتھ مل کر ایک عرصے سے انگریزوں کے خلاف لڑ رہے تھے۔ لیکن بعد ازاں 1818ء تک مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پنجابی سلطنت کے علاوہ ہندوستان کی تمام چھوٹی بڑی طاقتیں انگریزوں کے سامنے ہتھیار پھینک چکی تھیں۔ اب انگریزوں سے آزادی حاصل کرنا بالخصوص مسلمانوں اور بالعموم تمام رعایا پہ ضروری ہو گیا تھا، اس صورتحال میں انگریزوں کے خلاف البتہ ایک طاقت تھی جس نے انگریز کے خلاف سر جھکانے کا نہیں سوچا یہ وہ تحریک تھی جس کا تعلق شاہ ولی اللہؒ کی سیاسی فکر سے تھا، سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء کی تحریک نے انگریزوں کے خلاف اس جدوجہد کو جاری و ساری رکھا۔ اور اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر آگے بڑھاتی رہی، ان تحاریک کی قیادت زیادہ تر مسلمان علماء کے ہاتھ رہی، لہٰذا اسی وجہ سے انگریزوں کو ان کے خلاف مختلف قسم کے مذہبی پروپیگنڈے کر کے ان کے اثر کو معاشرے میں کم کرنے کی سازشیں کرنی پڑیں۔ شاہ ولی اللہؒ کی فکر سے وابستہ آزادی کی یہ تحریکیں انگریزی اقتدار کے خلاف متحرک رہیں، لہٰذا بیسویں صدی عیسوی میں ان تحریکوں نے عالمی حالات کے تناظر میں اپنے آپ کو نئے انداز سے ڈھالنا شروع کیا۔ (جاری ہے)

حسنِ اخلاق کی اہمیت

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

شریعت اسلامیہ میں جہاں انفرادی عبادت کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے، وہیں سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، نرمی کے ساتھ پیش آنے، دوسروں کی خدمت کرنے، بڑوں کا احترام کرنے، اچھے اخلاق سے پیش آنے، تکبر وحسد سے بچنے، حتی الامکان گھر والوں اور پڑوسیوں کو خوش رکھنے، تمام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کرنے اور سلام میں پہل کرنے کی خصوصی تعلیمات دی گئی ہیں تاکہ ایک اچھا معاشرہ وجود میں آسکے۔ سید الرسل وافضل البشر حضور اکرم ﷺ کو عالمی رسالت سے نوازا گیا ہے، یعنی اب قیامت تک شریعت محمدیہ پر عمل کیے بغیر اُخروی کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے انقلاب برپا کرکے صرف 23 سال میں اپنے قول وعمل سے ایسے معاشرے کو وجود بخشا جو قیامت تک انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ہمیں اپنے معاشرہ کی برائیوں پر قابو پانے کے لیے حضور اکرم ﷺ کی کوشش سے وجود میں آئی صحابۂ کرام کی جماعت کی زندگی کو ہی اختیار کرنا ہوگا، جس کے لیے دیگر امور کے ساتھ مندرجہ ذیل اعمال پر عمل پیرا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

تواضع وانکساری سے کام لیں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع (عاجزی وانکساری) اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ دوسرے پر زیادتی کرے۔'' (مسلم)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اور جو جتنا زیادہ درگزر کرتا ہے اللہ اس کی عزت اتنی ہی زیادہ بڑھاتے ہیں اور جس نے اللہ کے لیے تواضع کی اللہ نے اسے بلند کیا۔'' (مسلم)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو بھی بھیجا ہے اس نے بکریاں چرائیں۔'' صحابۂ کرام نے عرض کیا: اور آپؐ نے بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔ میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چراتا تھا۔'' (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ''آپ گھر میں کام بھی کیا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ فوراً نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے۔'' (بخاری)

دوسروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ نرمی کرنے والے اور نرمی کو پسند کرنے والے ہیں، اور نرمی پر وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز پر دیتے ہیں۔'' (مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) کھڑے ہوکر مسجد (کے صحن) میں پیشاب کرنے لگا تو لوگوں نے اسے پکڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی بہادو کیونکہ تم نرمی کے لئے بھیجے گئے ہو، سختی کے لئے نہیں۔'' (بخاری)

آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو پیشاب کرتے وقت روکنے سے منع فرمایا تاکہ پیشاب بند کرانے کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف نہ ہوجائے، لیکن پیشاب کے بعد اُس جگہ جہاں اُس نے پیشاب کیا تھا، وہاں آپ ﷺ نے پانی بہانے کا حکم دیا۔''

تکبر اور حسد سے بچیں اور کسی شخص کو حقیر نہ سمجھیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اور زمین پر اکڑ کر مت چل۔'' (الاسراء:37)

اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے: ''اور تو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے مت پھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔'' (سورۃ لقمان:18)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک ذرّہ کے برابر بھی تکبر ہو۔ ایک شخص نے پوچھا بے شک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں اور اس کے جوتے خوبصورت ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ جمال والے ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں۔ کبر حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔'' (مسلم)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سرکشوں میں لکھا جاتا ہے، پس اس کو وہی سزا ملے گی جو ان کو ملے گی۔'' (ترمذی)

سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ''بے شک آپ اعلیٰ اخلاق پر ہیں۔'' (ن:4)

آپ ﷺ کے خادم خاص حضرت انس ؓ، جنہوں نے مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کی دس سال خدمت فرمائی تھی۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ لوگوں میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔'' (بخاری ومسلم)

اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: ''مؤمن کے میزان میں قیامت کے دن حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بدکلامی اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔'' (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا۔ لوگوں کو جنت میں لے جانے والے اعمال کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی چیزیں لوگوں کو زیادہ آگ میں لے جانے والی ہیں؟ فرمایا: ''منہ اور شرم گاہ۔'' (ترمذی)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کامل مؤمن وہی ہے جس کا اخلاق اچھا ہوا اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔'' (ترمذی)

فرمانِ رسول ﷺ ہے: ''بے شک مؤمن اپنے حسن اخلاق سے ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور شب بیدار کا درجہ پالیتا ہے۔'' (ابوداؤد)

سلام میں سبقت کریں:

انسان کا مزاج اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ وہ دوسرے انسان سے ملاقات کے وقت محبت کے پیغام پر مشتمل کوئی جملہ دوسرے شخص کو مانوس وخوش کرنے کے لیے کہتا ہے۔ مثلاً ہندو لوگ ملاقات کے وقت نمستے یا نمسکار کہتے ہیں، کچھ ہندو رام رام کہتے ہیں، اور انگریزی داں طبقہ گڈ مارننگ، گڈ ایوننگ اور گڈ نائٹ جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی ملاقات کے وقت مبارک بادی کے کلمات کہنے کا رواج تھا۔ لیکن جب مذہب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر آپ ﷺ نے ملاقات کے وقت ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

کہنے کا طریقہ جاری فرمایا۔ اس کے معنی ہیں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ اِن کلمات سے نہ صرف محبت کا پیغام دوسرے کو پہنچتا ہے بلکہ یہ بہت جامع دعا بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمام بری چیزوں، بلاؤں، آفتوں، مصیبتوں اور تکلیفوں سے محفوظ اور سلامت رکھے۔ پھر سلام کرنے والا سلامتی کی اس دعا کے ضمن میں گویا یہ بھی کہہ رہا ہے کہ تم خود بھی مجھ سے سلامت ہو میرے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے۔

قرآن وحدیث میں بار بار سلام کرنے کی تعلیم وترغیب دی گئی ہے۔ اختصار کے مدنظر صرف دو آیات کا ترجمہ پیش ہے: ''پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کرو، (یہ) اللہ کی طرف سے تحفہ ہے مبارک اور پاکیزہ۔'' (سورۃ النور:61)

''اور جب تم کو کوئی دعا دے تو (جواب میں) تم اس سے بہتر (کلمے) سے (اسے) دعا دو یا انہی لفظوں سے دعا دو۔'' (النساء:86)

یعنی جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں یا کم ازکم انہیں الفاظ کے ساتھ سلام کا جواب دو۔

سلام کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق متعدد احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں۔ صرف دو احادیث پیش کرر ہا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور تم ایمان والے نہیں جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں کہ جب تم اس کو اختیار کرو تو باہمی محبت پیدا ہو جائے۔ (اور وہ اہم بات یہ ہے کہ) اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔'' (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کے حصول کے لیے سلام کرنے میں سبقت کرنی چاہیے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کی کونسی بات سب سے اچھی ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم کھانا کھلاؤ، اور دوسروں کو سلام کرو خواہ اُن کو پہچانتے ہو یا نہیں۔'' (بخاری ومسلم) یعنی ہر شخص کو سلام کرنا چاہیے۔

سلام کرنے کے بعض احکام: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' گڈ مارننگ، گڈ ایوننگ اور گڈ نائٹ کی طرح صرف الفاظ کا نام نہیں، بلکہ آپس میں محبت اور تعلق پیدا کرنے کا اچھا عمل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بہترین دعا بھی ہے۔ اسلام میں سلام کرنے کی خاص اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جہاں ہر عمل کے احکام وآداب بیان کیے گئے ہیں، وہیں سلام کرنے کے بھی احکام وآداب بیان کیے گیے ہیں، مثلاً: سلام کرنا سنت ہے، مگر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ سلام اور اس کا جواب اچھی نیت کے ساتھ سنت کے مطابق جمع کے صیغہ کے ساتھ دیا جائے، اگر چہ مخاطب ایک شخص ہی کیوں نہ ہو، تاکہ فرشتے (کراما کاتبین) جو ہر ایک کے ساتھ ہیں سلام میں مخاطب کے ساتھ شامل ہوں اور ان کو سلام کرنے کا بھی ثواب مل جائے، اور پھر جب وہ سلام کا جواب دیں تو ان کی دعا بھی ہمیں مل جائے۔ اسی طرح سوار شخص پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔ یہ حکم صرف تواضع وانکساری کی طرف راغب کرنے کے لیے ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر یہ لوگ سلام نہ کریں تو ہم پہل بھی نہ کریں، بلکہ ہم سلام میں پہل کر کے زیادہ ثواب کے حقدار بن جائیں۔ نیز حدیث میں وارد ہے کہ سلام میں پہل کرنے والا (اس عمل کی وجہ سے) تکبر سے پاک ہے۔ (شعب الایمان)

تکبر کا بہترین علاج یہ بھی ہے کہ ہر ملنے والے مسلمان کو سلام کرنے میں سبقت کی جائے۔ نیز ہم آپس میں ملاقات کے وقت بات چیت اور گفتگو سے قبل سلام کریں۔ عصر حاضر میں ٹیلیفون اور موبائل بھی ملاقات کا ایک ذریعہ ہے، اس لیے سلام کرنے کا جو حکم آپسی ملاقات کا ہے وہی فون کرتے اور اٹھاتے وقت کا ہوگا، لہٰذا ''ہیلو'' کے بجائے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہنا بہتر ہوگا۔

بعض مواقع اور حالتیں سلام سے مستثنیٰ ہیں، اس سلسلہ میں فقہاءِ کرام کی تشریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ چند صورتوں اور حالتوں میں سلام نہیں کرنا چاہیے۔ جب کوئی عبادت میں مشغول ہو، مثلاً نماز، ذکر، دعا، تلاوت، اذان واقامت، خطبہ یا کسی دینی مجلس کے وقت۔ جب کوئی بشری حاجت میں مشغول ہو، مثلاً کھانے پینے، سونے اور پیشاب پاخانہ وغیرہ کے وقت۔ جب کوئی معصیت میں مشغول ہو مثلاً شراب پی رہا ہو، تو اس موقع پر سلام نہیں کرنا چاہیے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اُن کے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے پھیلا ہے، مگر عام طور پر آج ہمارے اندر یہ امتیازی صفت موجود نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر جو باتیں ذکر کی گئی ہیں، انہیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے والا اور سلام میں پہل کرنے والا بنائے۔ آمین۔ ❀❀

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

''مسجد جامع القرآن گلشن سحر قاسم آباد حیدر آباد''

میں 28 اکتوبر تا 3 نومبر 2018ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

امراء ونقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

02 تا 04 نومبر 2018ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء ونقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 022-2106187 / 0300-2168072

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)35473375-79

Homosexual Relationship
Human Law or Divine Law?

Law based on the principles of Modern Western Civilization may decriminalize anything but human nature will never accept something which is basically unhygienic, unethical, immoral and in contravention of basic objective of sexual relations between human males and females. Human nature rejects and abhors anything which is against natural and moral laws given by Allah *(SWT)*. By and large, all religions are of the opinion that the basic objective of sexual relations is procreation. Islam's position in this regard is crystal clear. It regards sex as a basic human instinct which has been bestowed upon human beings for procreation, companionship and creation of a family, the basic unit of human society and civilization.

Therefore anything which disturbs and harms this divine scheme is a sin and crime against humanity. There is no room for any sexual relationship outside marriage. As regards the pleasure and enjoyment part of sex, it is the remuneration which is given to parents for bearing the responsibility of supporting a family. Therefore, there is no room for any homosexual relationship.

Allah *(SWT)* who created this universe and also the human nature is the final arbiter in this respect. Those who do not believe in the Lordship of Allah *(SWT)* may alternatively criminalize and decriminalize different things. Islam directs humanity to submit and surrender to the authority and transcendental wisdom of Allah *(SWT)* who created human nature and guided human beings in every aspect of life.

The world has already experienced the horrors produced by homosexual relationships in the countries dominated by the Western culture. It resulted in a lot of social problems and disintegration of families. Promiscuity and unprotected children are some of its by-products. It caused epidemics of Syphilis and HIV/AIDS, reduced life expectancy and created psychological diseases. Man-made laws come and go but the divine laws never change.

Source: ***Adapted from an article in Radiance Viewsweekly***

Editor's Note: ***The tract above has been adapted from an article published in an Indian Islamic Magazine (Radiance Viewsweekly) after the Supreme Court of India amended a clause of the Indian constitution to allow homosexuality as a "normal sexual practice" in India.***

انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے ملتزم رفیق ابرار احمد کی والدہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0333- 5354500

☆ حلقہ پنجاب شرقی بہاولنگر کے رفقاء، وکیل احمد اور خلیل احمد کی والدہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0332-7019785

☆ حلقہ پنجاب شرقی، عارفوالاشہر کے نقیب اسرہ جناب صفدر علی کے بہنوئی وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0334-7457822

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے رفیق جناب محمد مکرم عباسی کے برادرِ نسبتی وفات پاگئے۔

☆ اسلام آباد شرقی کے ملتزم رفیق جناب شریف بلوچ کا جواں سال بیٹا وفات پاگیا۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.40

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore